تنظیم اسلامی کا ترجمان

22

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

22 تا 28 ذوالقعدہ 1441ھ/ 14 تا 20 جولائی 2020ء

عالمی نظامِ خلافت: نقطۂ آغاز پاکستان ہوگا! ان شاء اللہ

مجھے اس بات کا یقین حاصل ہے کہ قیامت سے قبل پورے کرۂ ارض پر اللہ کے دین حق کا غلبہ اور خلافت علیٰ منہاج النبوت کے نظام کا قیام لازماً ہوکر رہے گا۔ بحمد اللہ مجھے ''حق الیقین'' کی کیفیت حاصل ہے کہ غلبۂ دین حق اور قیام نظام خلافت کا نقطۂ آغاز بننے کی سعادت ان شاء اللہ العزیز اسی ارضِ پاکستان اور اس سے ملحق سرزمین افغانستان کو حاصل ہوگی جسے ماضی میں خراسان کہا جاتا تھا۔ میرے اس یقین کی حد کو پہنچنے والے گمان کی بنیاد بعض احادیث نبویہؐ (کے اشارات) ہیں، جن کی بناء پر علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ ؎

میر عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے ۔۔۔ میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

اور پھر کون سے تعجب کی بات ہوگی اگر تاریخ کی کوئی کروٹ ؎

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے ۔۔۔ شکوہ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی

کے مصداق مجدّدِ دین ہند کا علم وحکمت اور فکر وفہم اور دوسری جانب سے مسلمانانِ افغانستان کا جذبۂ عمل اور جوشِ جہاد، دریائے سندھ اور دریائے کابل کی مانند باہم مل کر احیاءِ اسلام، غلبۂ دین اور عالمی نظام خلافت کے قیام کا نقطۂ آغاز بن جائیں۔ اللہ کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں ہے۔ چنانچہ صرف اسی کے فضل وکرم کے سہارے اور اس کی قدرت کاملہ کی بناء پر میری یہ امید قائم ہے کہ ان شاء اللہ اسی سرزمین پاکستان وافغانستان سے اس عمل کا آغاز ہوگا، جس کے نتیجے میں یہ کیفیت پیدا ہوکر رہے گی کہ ؎

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے ۔۔۔ یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

عاقلاں را اشارہ بس است!

حیاتِ دنیا کا دھوکہ

بھارت چین جنگ سے پاکستان کو.....

ڈراما ارطغرل: ایمان ساز یا ایمان سوز

اہل وعیال کے جائز امور پر خرچ...

بچوں پر کارٹون کے منفی اثرات

فرقہ پرستوں کو چھوڑیئے!

الھدیٰ (895)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ المُؤمِنُون — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 54 تا 56

فَذَرۡہُمۡ فِیۡ غَمۡرَتِہِمۡ حَتّٰی حِیۡنٍ ﴿۵۴﴾ اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّہُمۡ بِہٖ مِنۡ مَّالٍ وَّ بَنِیۡنَ ﴿ۙ۵۵﴾ نُسَارِعُ لَہُمۡ فِی الۡخَیۡرٰتِ ؕ بَلۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۶﴾

آیت:۵۴ ﴿فَذَرۡہُمۡ فِیۡ غَمۡرَتِہِمۡ حَتّٰی حِیۡنٍ ﴿۵۴﴾﴾ ’’تو (اے نبی ﷺ!) آپ انہیں چھوڑ دیجیے ان کی مدہوشی میں‘ ایک وقت تک کے لیے۔‘‘

آیت:۵۵ ﴿اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّہُمۡ بِہٖ مِنۡ مَّالٍ وَّ بَنِیۡنَ ﴿۵۵﴾﴾ ’’کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو انہیں مال اور بیٹوں سے مدد دیے جا رہے ہیں۔‘‘

آیت:۵۶ ﴿نُسَارِعُ لَہُمۡ فِی الۡخَیۡرٰتِ ؕ بَلۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۶﴾﴾ ’’تو ہم ان کی بھلائی کے لیے کوشاں ہیں؟ (ایسا ہرگز نہیں!) لیکن یہ لوگ جانتے نہیں۔‘‘

ہماری طرف سے اپنے ان نافرمانوں کو مال و اولاد جیسی نعمتوں سے نوازتے چلے جانا ان کے ساتھ بھلائی کی علامت نہیں ہے بلکہ یہی چیزیں ان کے لیے موجبِ عذاب بن جائیں گی۔ سورۃ التوبہ میں یہ فلسفہ اس طرح بیان ہوا ہے: ﴿فَلَا تُعۡجِبۡکَ اَمۡوَالُہُمۡ وَ لَاۤ اَوۡلَادُہُمۡ ؕ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمۡ بِہَا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ تَزۡہَقَ اَنۡفُسُہُمۡ وَ ہُمۡ کٰفِرُوۡنَ ﴿۵۵﴾﴾ ’’تو (اے نبی ﷺ) آپ کو ان کے اموال اور ان کی اولاد سے تعجب نہ ہو‘ اللہ تو چاہتا ہے کہ انہی چیزوں کے ذریعے سے انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب دے‘ اور ان کی جانیں نکلیں اسی کفر کی حالت میں‘‘۔ اور سورۃ التوبہ ہی کی آیت ۸۵ میں الفاظ کے بہت معمولی فرق کے ساتھ یہی مضمون پھر سے دہرایا گیا ہے۔

آگے جو آیات آ رہی ہیں ان کا انداز اس سورت کی ابتدائی آیات سے مشابہ ہے۔ سورت کے آغاز میں اکثر آیات اَلَّذِیۡنَ یا وَالَّذِیۡنَ سے شروع ہوتی ہیں اور ان آیات میں بھی اَلَّذِیۡنَ اور وَالَّذِیۡنَ کی تکرار ہے۔ گویا جو مضمون آغازِ سورت میں بیان ہوا تھا یہ اس کی دوسری قسط ہے۔ وہاں پر بندۂ مؤمن کی سیرت کی تعمیر اور شخصیت کے ارتقاء کے لیے درکار بنیادی خصوصیات کا ذکر کیا گیا تھا جبکہ یہاں پر مطلوبہ شخصیت و کردار کی پختہ (mature) خصوصیات کی جھلکیاں دکھائی جا رہی ہیں‘ جن میں زیادہ تر بندۂ مؤمن کی باطنی کیفیات کا تذکرہ ہے۔

فرمانِ نبویؐ

بدگمانی سے بچو

عَنۡ اَبِیۡ ہُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((اِیَّاکُمۡ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکۡذَبُ الۡحَدِیۡثِ وَلَا تَحَسَّسُوۡا وَلَا تَجَسَّسُوۡا وَلَا تَنَا فَسُوۡا وَلَا تَحَاسَدُوۡا وَلَا تَبَا غَضُوۡا وَلَا تَدَابَرُوۡا وَکُوۡنُوۡا عِبَادَ اللّٰہِ اِخۡوَانًا)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’تم دوسروں کے متعلق بدگمانی سے بچو‘ کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور جاسوسوں کی طرح رازدارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے پر بڑھنے کی بے جا ہوس کرو‘ نہ آپس میں حسد کرو‘ نہ بغض و کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو‘ بلکہ اے اللہ کے بندو! (اللہ کے حکم کے مطابق) بھائی بھائی بن کر رہو۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
22 تا 28 ذوالقعدہ 1441ھ جلد 29
14 تا 20 جولائی 2020ء شمارہ 22
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: (042) 35473375-79
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک.......600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عاقلاں را اشارہ بس است!

پاکستان کے سیاست دان، صحافی، دانشور اور وکلاء 1973ء کے آئین کا ذکر یوں کرتے ہیں جیسے کوئی مقدس صحیفہ ہو، کوئی آسمانی وحی ہو یا اس سے بھی برتر کوئی شے (نقل کفر کفر نہ باشد)۔ ہم نے جب 1973ء کے آئین کا جائزہ لیا تو ہمیں اس آئین اور ایک عام مسلمان پاکستانی شہری کے کردار اور طرزِ عمل میں حیرت انگیز مشابہت نظر آئی۔ یقیناً ہر معاشرے میں ذہنی لحاظ سے اور کردار کے حوالہ سے ہر طرح کے اچھے بُرے لوگ موجود ہوتے ہیں، لیکن ہم یہاں اکثریت کے حوالے سے بات کریں گے۔

جب پاکستان میں کسی مسلمان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کا اچھا سا نام رکھا جاتا ہے۔ پیغمبروں اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے ناموں کو نقل کیا جاتا ہے۔ کان میں اذان اور اقامت کہنے کے لیے خاندان کے کسی بزرگ سے درخواست کی جاتی ہے۔ یہاں تک پہنچ کر اسلام کسی حد تک رک جاتا ہے۔ آپ کہہ سکتے کہ اسلام کے حوالہ سے وقفہ ہو جاتا ہے۔ بچہ جوں جوں بڑا ہوتا ہے، والدین اپنی مالی حیثیت کے مطابق کسی اچھے مگر انگلش میڈیم سکول کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ بچہ اگرچہ دادی اماں سے اور نانا ابو سے کچھ نہ کچھ اسلام کی بات بھی سنتا رہتا ہے، اُن میں سے کوئی اُسے نماز پڑھتا بھی نظر آتا ہے، لیکن اُسے اصلاً اپنے سکول کی تعلیم پر فوکس کرنا ہوتا ہے۔ نمازِ فجر کے لئے بچے کی نیند کو خراب نہیں کیا جاتا، البتہ انتہائی لاڈلا اور ناز و نعم سے پلنے والا بچہ بھی سکول جانے سے انکار نہیں کر سکتا۔ والدین کا طرزِ عمل بچے کو یہ بات ذہن نشین کروا دیتا ہے کہ سکول جانے کے حوالہ سے اور تعلیم حاصل کرنے کے معاملہ میں کوئی سمجھوتا ممکن نہیں۔ بچہ جوان ہوتا ہے ہم تعلیم کو تو الزام نہیں دیتے، البتہ تربیت اور ماحول کے زیر اثر ہم اُسے ایک ایسا شہری بنتے دیکھتے ہیں جو جھوٹ، وعدہ خلافی، عہد شکنی اور خیانت کو کوئی بڑا جرم نہیں سمجھتا۔ اگر سرکاری ملازمت ملی ہے تو سرکاری وسائل اور حکومتی خزانہ کا غلط استعمال ایک روٹین ہے۔ اگر تاجر بنا ہے تو اصل مقصد اور ہدف دولت کمانا ہے۔ جائز ناجائز یا حرام و حلال سے کوئی غرض نہیں۔ اپنے ہم وطن مسلمان بھائیوں کو غیر معیاری خوراک اور جعلی ادویات کھلا کر اُن کی زندگی سے کھیلنا ضمیر پر بوجھ نہیں بنتا۔ وکیل وہی کامیاب ہے جو سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کر دے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکار قانون کی پابندی صرف دوسروں کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ گستاخی معاف مذہبی رہنماؤں کا طرزِ عمل "اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت" جیسی ضرب المثل کی صحیح صحیح عکاسی کرتا ہے۔ حکمرانوں کے نزدیک عوام کی حیثیت بھیڑ بکریوں کے ریوڑ جیسی ہے۔

اب آیئے 1973ء کے آئین کی طرف! آرٹیکل 2 کے مطابق مذہب اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہو گا۔ گویا یہ ریاست کا پیدائشی نام ہے۔ آرٹیکل 2-A اعلان کرتا ہے کہ قرار داد مقاصد مستقل احکام کا حصہ ہو گی۔ آرٹیکل 31 ایک پاکستانی مسلمان کو اسلامی طرزِ زندگی اپنانے میں مدد دینے کو ریاست کی ذمہ داری قرار دیتا ہے۔ قرآن پاک اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دیتا ہے۔ عربی زبان سیکھنے کی ترغیب دی جائے گی۔ آرٹیکل 227 تمام قوانین کو قرآن و سنت میں منضبط کرنا حکومت کی ایسی

ذمہ داری قرار دیتا ہے جس پر وہ آئین کی رو سے عمل کرنے کی پابند ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل آئین کا حصہ ہے۔ اسلام کے حوالہ سے مجلس شوریٰ کو اپنی سفارشات پیش کرنا اسلامی نظریاتی کونسل کی آئینی ذمہ داری ہے اور مجلس شوریٰ پر لازم ہے کہ ان سفارشات کو چھ ماہ کے عرصہ میں قانون کی شکل دے۔ حکومت اور مجلس شوریٰ اس بات کی پابند ہے کہ کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہ بنائے۔ مجلس شوریٰ کے ارکان جس عمارت میں بیٹھ کر قانون سازی کرتے ہیں، اُس کے ماتھے پر کلمہ طیبہ کندہ ہے۔ گویا وہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر رہی ہے۔ لیکن شومئ قسمت عملاً کیا ہو رہا ہے، اس عمارت کے مکین حقوق نسواں بل منظور کرتے ہیں، جسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدفی صد علماء غیر اسلامی، غیر شرعی قرار دیتے ہیں۔ پاکستان کی معیشت کا صدفی صد انحصار سودی لین دین پر ہے، جسے اللہ رب العزت اپنے اور اپنے رسولؐ کے خلاف جنگ قرار دیتا ہے۔ عریانی اور بے حیائی کا فروغ اور اُس میں حکومتی کردار آرٹیکل 31 کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔

آج پاکستان میں عورت شمع محفل ہی نہیں، تجارتی اشتہارات کا حصہ بن کر رہ گئی ہے۔ اس کے خلاف احتجاج کیا جائے تو اسے عورت کے بنیادی حقوق کے خلاف قرار دیا جاتا ہے۔ صدر کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی عدالتی فیصلے کو کالعدم قرار دے کر سند یافتہ مجرم کو بھی بری کر سکتا ہے۔ اسلام میں قاتل کو مقتول کے ورثاء کے رحم وکرم پر چھوڑا گیا ہے چاہیں تو جان کے بدلہ میں جان لینے کا مطالبہ کریں اور چاہیں تو خون بہا لے کر یا فی سبیل اللہ معاف کر دیں، لیکن آئین پاکستان کے مطابق قاتل اور سزائے موت کا مستحق صدر سے رحم کی اپیل بھی کر سکتا ہے اور صدر اس کی سزا تبدیل کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اسلام میں حکمران کا حساب اور محاسبہ سب سے کڑا اور سخت ہے۔ لیکن پاکستان میں صدر کو استثنا حاصل ہے۔ اسلام میں مسلمان پر زکوٰۃ اور عشر لاگو کیا جاتا ہے اور غیر مسلم کو جزیہ ادا کرنے کا پابند بنایا جاتا ہے۔ پاکستان میں بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی وصولی کو مذاق بنا دیا گیا ہے اور جزیہ کو گالی سمجھا جاتا ہے۔

1962ء میں ایک فوجی طالع آزما نے ہمارے عائلی قوانین میں ایسی تبدیلی کر دی جو صریحاً خلاف شریعت تھی۔ آج تک مملکت خداداد پاکستان کے مسلمان عوام ان اسلام دشمن قوانین کو برداشت کر رہے ہیں۔ بہر حال جو دوغلہ پن آئین میں ہے، ایسی ہی عملی منافقت پاکستان کے اکثریتی شہریوں میں بھی نظر آتی ہے۔ حج اور عمرہ کرنے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے لیکن بددیانتی اور عہد شکنی بھی عام ہے۔ اور یہ عبادات رشوت، بلیک مارکیٹنگ اور سمگلنگ کے ذریعے حاصل ہونے والی دولت سے سرانجام دی جا رہی ہے۔ گویا پاکستانی مسلمانوں کی اکثریت اس آئین کے مطابق ڈھل چکی ہے جس میں بیک وقت اسلام بھی موجود ہے اور اسلام کی یکسر نفی بھی۔ لہٰذا معاشرے میں وقتاً فوقتاً یہ جو بحث چلتی رہتی ہے کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہے یا غیر اسلامی اس میں دونوں طرف کے لوگ سچے بھی اور جھوٹے بھی دکھائی دیتے ہیں۔

اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ قائداعظم نے تقسیم ہند سے پہلے ہی ایک بات بڑے دوٹوک انداز میں کہی تھی جب اُن سے پوچھا گیا کہ پاکستان کا آئین کیسا ہوگا؟ تو انہوں نے برجستہ جواب دیا پاکستان کا آئین آج سے تیرہ سو سال پہلے بن گیا تھا۔ قائد کے اِس فرمان کے مطابق پاکستان کی اصل ضرورت یہ تھی کہ ہم اُس آسمانی آئین اور فرمودات رسولؐ کی غیر مشروط بالادستی کو قبول کرتے ہوئے ایک ایسی مجلس شوریٰ تشکیل دیتے یا منتخب کرتے جس کا کام روزمرہ کے انتظامی امور کی انجام دہی کے لئے قانون سازی کرنا ہوتا۔ جدید دور میں جو مسائل پیدا ہوئے ہیں قرآن وسنت کی روشنی میں اُن کا حل تلاش کیا جاتا۔ اسرائیل اور برطانیہ مادی لحاظ سے انتہائی ترقی یافتہ ممالک ہیں، لیکن اُن کا کوئی باقاعدہ آئین نہیں۔ وہ روایات سے یا ضروری قانون سازی سے کام چلاتے ہیں۔ اگر ریاست یہ رویہ اختیار کرتی کہ قرآن وسنت کی بالادستی ہوگی اور قانون سازی اُس کے تابع ہوگی، تب فرد بھی اپنی ذاتی زندگی کو اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کے تابع کرتا اور روزمرہ کے مسائل کے حوالہ سے اپنے مسلک کے عالم سے رہنمائی حاصل کرتا۔ یہ ڈھنڈورا بہت پٹ چکا، اس پروپیگنڈا کو اب ختم ہونا چاہیے کہ کس کا اسلام نافذ کریں، بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث یا اہل تشیع کا۔ ہم سمجھتے ہیں 1951ء میں 31 علماء جن میں تمام مسالک کے اکابرین شامل تھے، 22 نکات پیش کر کے یہ مسئلہ حل کر چکے ہیں۔

آج بھی کوئی عالم دین کسی بھی مسلک سے اُس کا تعلق ہو، وہ اپنے ان اکابرین سے اعلان برأت نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی باقاعدہ آئین ناگزیر ہے تو طے ہونا چاہیے کہ قراردادِ مقاصد کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگی اور کسی بھی شہری کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ عدالت سے رجوع کر سکے کہ آئین کا فلاں آرٹیکل یا اُس کی ذیلی شق قرآن وسنت کے خلاف ہے اور اس درخواست کو سننے کا حق صرف جید علماء کو ہوگا کہ وہ اس کے شرعی یا غیر شرعی ہونے کا فیصلہ کریں۔ حکومت کا کوئی دوسرا ادارہ اُس فیصلے کے خلاف سماعت کا حق نہیں رکھے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ریاست پاکستان اور پاکستان کے شہری کو دوغلے پن سے نکالنے کا صرف یہی راستہ ہے۔ آخری اور حتمی بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے تشریف لاتے تو عبداللہ بن اُبی کھڑا ہو جاتا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر بآواز بلند کہتا، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، انہیں غور سے سنو۔ تاریخ نے اس شخص کو رئیس المنافقین قرار دیا ہے۔ عاقلاں را اشارہ بس است!

حیاتِ دنیا کا دھوکہ

لوگو! اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو

سورۃ الحدید کی آیات 20، 21 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے ایک سابقہ خطاب جمعہ کی تلخیص

[خطبۂ مسنونہ اور آیات قرآنی کی تلاوت کے بعد]

حضرات! سورۃ الحدید کی آیات 20، 21 ابھی آپ نے سماعت فرمائی ہیں۔ ہمارے لیے یہ مقام خاص طور پر بہت اہم ہے۔ اس لیے کہ جس زمانے میں ہم پیدا ہوئے ہیں، اُس میں مادہ پرستی اپنے عروج پر ہے۔ شخص دجال تو ابھی آنا ہے، مگر فتنۂ دجالیت کے آثار بالکل نمایاں ہو کر سامنے آچکے ہیں۔ اس کے اثرات پورے طور پر واضح ہو چکے ہیں۔ دنیا پرستی، دولت پرستی، ہوس پرستی، مفاد پرستی اپنی انتہاؤں کو چھو رہی ہے۔ درحقیقت یہ دنیا خود ایک دبیز پردہ ہے جو انسان کے آنکھوں کے سامنے حائل ہے، جس کی بنا پر وہ حقیقت کو نہیں دیکھ پاتا اور دنیا ہی کی زندگی کو سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے۔ اور اس میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ اور جو بہت بڑی بڑی حقیقتیں ہیں وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ قرآن ہماری آنکھیں کھولتا ہے کہ اصل حقائق کو دیکھو، سمجھو، اور ان کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی کی ترجیحات معین کرو۔ ورنہ یہ زندگی کا دھوکہ، یہ متاع الغرور تمہیں تباہ و برباد کر کے چھوڑے گی۔

آیئے، اِن آیات کا مطالعہ کریں۔ فرمایا:

﴿اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ وَّ زِیۡنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ وَ تَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ ؕ﴾ (الحدید:20)

''جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (و آرائش) اور تمہارے آپس میں فخر (وستائش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (وخواہش) ہے۔''

یہاں انسانی زندگی کے حوالے سے کچھ حقائق واضح کیے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ نفسیاتی اعتبار سے انسان بچپن سے لے کر بڑھاپے اور موت تک کن مراحل سے گزرتا ہے۔ انسانی زندگی کے اعتبار سے قرآن مجید کا یہ منفرد مقام ہے کہ یہاں پانچ الفاظ میں انسانی زندگی کے مختلف مراحل کا تذکرہ ہے۔ ویسے قرآن مجید میں عام طور پر یہ مضمون کئی مرتبہ آیا ہے اور یہ بات واضح کی گئی کہ ''دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔'' لیکن یہاں دنیا کی حقیقت زندگی کے پانچ ادوار کے حوالے سے اور بھی زیادہ نمایاں کی گئی ہے۔ نفسیاتی اعتبار سے ہر شخص ان پانچ ادوار سے گزرتا ہے جن میں اس کی ترجیحات بدلتی جاتی ہیں۔ انسان خواہ کسی بھی زمانے کا ہو، وہ حضرت آدم کے زمانے کا ہو یا موجودہ زمانے کا، ایشیا کا ہو یا افریقہ کا اس کی نفسیات ایک ہی رہتی ہے، رجحانات ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں۔ اور وہ رجحانات پانچ طرح کے ہیں، جو زندگی کے پانچ ادوار سے متعلق ہیں جو درج ذیل ہیں:

1۔ ''لعب'' (کھیل تماشا)۔ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ اس سے انسان کے بچپن اور معصومیت کے زمانے کی طرف اشارہ ہے، جس میں انسان کی زندگی کا عنوان ہی کھیل کود ہوتا ہے۔ بچوں کی زندگی کھیل کود سے عبارت ہوتی ہے۔ وہ ایک کھیل کھیلتے ہیں، جیسے ہی وہ ختم ہوتا ہے دوسرا شروع کر دیتے ہیں۔ اُن کی نظر میں اُن کی زندگی بامعنی تب ہی ہوتی ہے جب وہ کھیلنے میں مشغول ہوں۔ اگر آپ انہیں کھیل سے روک دیں اور پڑھائی کے لیے بٹھائیں تو اُنہیں سخت ناگوار گزرتا ہے اور یہ پابندی قید بامشقت دکھائی دیتی ہے۔ اور نادانی کے سبب اُس وقت وہ آپ کو ظالم سمجھتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ بات تو آپ جانتے ہیں کہ اُن کی تعلیم و تربیت کی غرض سے انہیں پڑھائی کے لیے بٹھانا پڑے گا، خواہ انہیں یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

2۔ ''لھو'' (تماشا) یہاں لطیف اشارہ نوجوانی یا لڑکپن کی طرف ہے۔ اسے آپ ''Teen age'' بھی کہہ سکتے ہیں۔ عمر کا یہ حصہ نہایت حساس اور خطرات سے بھرپور ہوتا ہے۔ اِس لیے کہ اس میں کھیل کود اور تفریح میں کچھ آوارگی کا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے۔ نوجوانوں میں لذت پسندی آجاتی ہے۔ چنانچہ فلم بینی، موسیقی سننے اور ناول پڑھنے کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔ نفسیاتی اعتبار سے یہ مرحلہ دنیا کے ہر خطے کے نوجوانوں پر آتا ہے۔

3۔ ''زِیۡنَۃٌ'' (آرائش و زیبائش)۔ نوجوانی کے ساتھ ہی جوانی کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں آدمی اپنی زیب و زینت پر خصوصی توجہ دیتا ہے۔ اپنے لباس اور وضع قطع کا خیال رکھتا ہے۔ بچپن کے دور میں ساری توجہ کھیل کود پر ہوتی ہے اور آدمی کو اپنی اور اپنے لباس کی صفائی ستھرائی کا خیال نہیں ہوتا، مگر اس مرحلے میں اُس کی دلچسپی کا اصل میدان زینت و آرائش ہوتی ہے۔

4۔ ''تفاخر'' (تمہارا آپس میں فخر کرنا) پھر ایک دور ایسا آتا ہے جس میں انسان کو اپنی کسی صلاحیت اور قابلیت پر فخر کرنا بڑا اچھا لگتا ہے۔ اُس کے اندر دوسروں پر اپنی برتری قائم کرنے اور اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی خواہش کا غلبہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایڈلر نے کہا ہے کہ ہر انسان کے اندر 'حبّ تفوق' کا جذبہ پایا جاتا ہے اور یہ جذبہ اپنا عملی اظہار اور تسکین چاہتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ انسان دوسروں پر غالب ہو۔ مثلاً وہ اپنے فن میں نمایاں ہو یا اُسے کوئی سیاسی حیثیت اور عہدہ حاصل ہو وغیرہ۔

5۔ ''تکاثر فی الاموال والاولاد'' (مال و اولاد کی کثرت کی خواہش) انسان پر ایک دور ایسا آتا ہے جب اُس میں مال و اولاد کی بہتات کی طلب اور حرص و ہوس بڑھ جاتی ہے۔ اِس عمر میں بڑے میاں کو یہ فکر لاحق رہتی ہے کہ آیا بچوں نے کاروبار ٹھیک طریقے سے سنبھالا ہے یا نہیں۔ اُس کی تجارت میں ترقی ہو رہی ہے یا نہیں۔ جائیداد، فیکٹریوں اور کارخانوں میں اضافہ ہوا ہے یا نہیں ہوا، اگر نہیں ہوا تو کیوں؟ میں نے اتنے پلازے

بنائے تھے اُن کی تعداد میں اضافہ کیوں نہیں ہوا۔ ہر وقت اُسے یہی ہوس فکر مند رکھتی ہے، یہاں تک کہ وقت اجل آ جاتا ہے۔ سورۃ التکاثر میں فرمایا گیا: ﴿اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲﴾ ’’(لوگو) تم کو (مال کی) بہت سی طلب نے غافل کر دیا، یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی حرص کی آگ کو قبر کی مٹی ہی بجھا سکتی ہے۔ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والوں کی زندگی اکبر الٰہ آبادی کے اس شعر کے مصداق ہوتی ہے کہ ؎

کیا کہیں احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے
بی اے کیا، نوکر ہوئے، پنشن ملی اور مر گئے

آسمانی ہدایت حیات دنیا کی حقیقت کھولتی ہے کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ دیکھو، یہ ساری سرگرمیاں یہیں رہ جائیں گی۔ کچھ بھی تمہارے ساتھ نہیں جائے گا۔ یہ مال جو تم نے اکٹھا کیا ہے، اصل میں تمہارے وارثوں کے کام آئے گا۔ تمہارے کام تو وہ مال آئے گا جو تم نے آگے بھیجا ہے۔ تمہارا مستقبل اور اصل زندگی آخرت ہے۔ وہی تمہارا اصل گھر ہے۔ یہ زندگی تو عارضی اور ختم ہونے والی ہے۔

آگے اسی حوالے سے دنیا کی بے ثباتی کو نمایاں کرنے کے لیے بارش اور اس کے نتیجے میں اگنے والی کھیتی کی مثال دی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ؕ﴾

’’(اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اُگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے، پھر وہ خوب زور پر آتی ہیں، پھر (اے دیکھنے والے) تو اُس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے، پھر چُورا چُورا ہو جاتی ہے‘‘

انسان کی زندگی ایک لہلاتی فصل کی مانند ہے۔ انسانی زندگی اور فصل کی زندگی میں بڑا معنوی ربط ہے۔ کسی فصل کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ محدود وقت کے لیے ہوتی ہے۔ فرض کریں، گندم کی فصل ہے، وہ چھ ماہ میں تیار ہو جاتی ہے، البتہ تیار ہونے تک اُسے کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ سب سے پہلے کسان ایک کھیت میں جو اس سے پہلے ویران ہوتا ہے، دانہ ڈالتا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد اُس میں فصل اُگ آتی ہے۔ یہ فصل مختلف مرحلوں سے گزر کر تیسرے چوتھے مہینے لہلہانے لگتی ہیں، جسے دیکھ کر کسان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اِس کے بعد اُس پر اناج آتا ہے اور فصل پکنے لگتی ہے اور اُس کا رنگ پیلا ہو جاتا ہے۔ اور بالآخر فصل کاٹ دی جاتی ہے، اور کھیتی ایک مرتبہ پھر ویران ہو جاتی ہے۔ یہی حال انسانی زندگی کا ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بچپن اور لڑکپن کے بعد جوانی اور شباب کے دور میں قدم رکھتا ہے۔ جوانی کے بعد اُس پر دورِ زوال آتا ہے اور وہ ادھیڑ عمر سے ہوتا ہوا بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔ اب جسم و جان کی قوتیں اور صلاحیتیں جواب دینے لگتی ہیں۔ بالآخر زندگی کی مہلت ختم ہو جاتی ہے اور وہ پیوندِ خاک ہو جاتا ہے اور مٹی سے اللہ نے اُسے پیدا کیا تھا، مٹی ہی میں چلا جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کتنی ہی انسانی فصلیں ہیں، جو کٹ چکی ہیں۔ ذرا سوچیے، آج سے ستر سال پہلے جو لوگ دنیا میں تھے، آج وہ کہاں ہیں۔ اِسی طرح آج ہم جو دنیا میں ہیں، چند عشروں کے بعد کہاں ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ ہماری زندگی کی فصل بھی کٹ جائے گی۔ انسانی زندگی اور فصل کی زندگی میں فرق صرف یہ ہے کہ ایک فصل زندگی کے تمام مراحل چند ماہ میں طے کر لیتی ہے اور انسان وہی مراحل ساٹھ ستر سال میں طے کرتا ہے۔ پھر یہ کہ کسی کھیتی سے فصل یکبارگی کاٹ لی جاتی ہے جبکہ انسان ایک ایک کر کے سفرِ آخرت پر روانہ ہوتا ہے۔ باقی کوئی فرق نہیں ہے۔ فصل کی زندگی کی طرح انسانی زندگی بھی فانی اور عارضی ہے۔ اُسے بھی ثبات نہیں ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جو ہمیں بار بار سمجھائی جاتی ہے، تاکہ ہم آخرت کی تیاری کریں، دنیا پر آخرت کو ترجیح دیں اور وہاں کی حقیقی کامیابی کے لیے اللہ کو راضی کریں۔

آگے فرمایا:

﴿وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ﴾

’’اور آخرت میں (کافروں اور نافرمانوں کے لیے)

پریس ریلیز 10 جولائی 2020ء

یونیورسٹی کی سند کو قرآن بمع ترجمہ پڑھنے سے مشروط کرنے کے فیصلے پر عمل درآمد کیا جائے

حافظ عاکف سعید

یونیورسٹی کی سند کو قرآن بمع ترجمہ پڑھنے سے مشروط کرنے کے فیصلے پر عمل درآمد کیا جائے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ پنجاب کی تمام چارٹرڈ یونیورسٹیوں کے وائس چانسلرز نے گورنر پنجاب کی صدارت میں فیصلہ کیا تھا کہ آئندہ کسی طالب علم کو یونیورسٹی کی سند اُس وقت تک نہیں دی جائے گی جب تک وہ قرآن کو خود ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کی صلاحیت حاصل نہیں کر لیتا۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ انتہائی قابل تحسین فیصلہ تھا لیکن بعدازاں اِس پر عمل کے حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ یہ کوئی اضافی کام ہوگا۔ درحقیقت یہ آئین کے آرٹیکل 31 کے تحت حکومت کی ذمہ داری ہے بلکہ اگر حکومت پاکستان کے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی اسلام کے بنیادی اُصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق اُستوار کرنے میں مدد نہیں کرتی تو یہ آرٹیکل 31 کی خلاف ورزی ہے۔ اور یہ اُس وقت تک آسان نہیں ہوگا جب تک مسلمانانِ پاکستان اللہ کی کتاب کو کسی دوسرے کے ترجمہ کے بغیر خود پڑھنے اور سمجھنے کے قابل نہ ہو جائیں۔

لاہور کے ایک پرائیوٹ سکول میں اُستاد کی طرف سے طالبات کو جنسی ہراسگی کے واقعہ پر شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا کہ درحقیقت یہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی تعلیمات سے دور ہونے کا منطقی نتیجہ ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ اسلام ستر وحجاب اور پردہ کے احکامات دیتا ہے اور مخلوط معاشرت کو معاشرے کے لیے زہر قاتل قرار دیتا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمارے تعلیمی ادارے درحقیقت تجارتی مراکز بن چکے ہیں جہاں اصلاح، تزکیہ اور اچھی تربیت کی بجائے صرف معاشی فوائد کو مدنظر رکھا جاتا ہے، لہٰذا ایسے حادثات اور واقعات اِس کا لازمی نتیجہ ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے اور اصلاح کی کوئی جزوی کوشش کامیاب نہیں ہوسکتی بلکہ ایک مکمل اسلامی انقلاب کی ضرورت ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

عذاب شدید اور (مومنوں کے لیے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے۔''

آخرت میں انسان کے دو ہی انجام ہوں گے۔ یا تو وہ لوگ ہوں گے جو حق سے اعراض اور سرکشی و نافرمانی کے سبب عذاب جہنم میں مبتلا کیے جائیں گے اور یہ عذاب انتہائی خوفناک ہوگا۔ اس کی خوفناکی کا ہم دنیا میں اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ آگ میں جلنے سے جب مجرمین کی جلد جل جائے گی تو انہیں دوسری جلد عطا کر دی جائے گی۔ دوسرے وہ لوگ ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف مغفرت اور بخشش کا پروانہ عطا ہوگا، اور اللہ اُن سے راضی ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا کی زندگی میں اللہ کی رضا اور نجات اخروی کے حصول کے ہدف کو مقدم رکھا ہوگا۔ جنہوں نے اپنی عاقبت بنانے کے لیے دنیا کی رنگینی اور بے پناہ ترغیبات کو ٹھکرایا ہوگا۔ اے باری تعالیٰ ہمیں انہی لوگوں میں شامل کر دے۔ (آمین)

نوٹ کرنے کی بات ہے دنیا میں انسان بہت سے امتحانات سے گزرتا ہے اور اسے یقین ہوتا ہے کہ اگر فلاں امتحان میں کامیاب ہو گیا تو دنیا میں میرا مستقبل سنور جائے گا، بہتر زندگی گزاروں گا، خوشحالی ہوگی۔ لیکن یہاں کے امتحان کا معاملہ یہ ہے کہ اگر اس میں ناکام بھی ہو گئے تو زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ کچھ نچلے لیول کی زندگی گزار لیں گے، بلکہ بعض اوقات معاملہ اس کے برعکس بھی ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات سکول و کالج کے امتحان میں ناکام ہونے والے افراد بزنس کی لائن میں چلے جاتے ہیں تو بڑے بڑے پی ایچ ڈیز ان کے ہاں ملازم ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہاں ایک دفعہ ناکامی ہوئی تو پھر بھی کامیابی کا موقع ہوتا ہے، آخرت میں ایسا نہیں ہوگا۔ وہاں کی کامیابی یا ناکامی دائمی ہے، دوبارہ چانس نہیں ملے گا۔ لہٰذا وہاں کی ناکامی ایفورڈ نہیں کی جا سکتی۔ آخرت میں جب ناکامی کا سامنا ہوگا تو انسان کہے گا کہ پروردگار مجھے ایک موقع اور دے، تیرے نبی کی بات سن کر میری آنکھیں نہیں کھلی تھیں، میں نے کان بند کیے ہوئے تھے، تیری کتاب بھی میرے پاس تھی لیکن میں نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ سب کچھ تو نے بتا دیا تھا لیکن پھر بھی میں نے دنیا کو ترجیح دی تھی۔ لیکن اب آنکھیں کھل گئی ہیں، ہوش آ گئی ہے، ایک چانس اور دے دے۔ اگر مجھے ایک موقع اور مل جائے تو میں ایمان کے بلند ترین مقام تک پہنچ کر دکھاؤں گا۔ لیکن اس وقت سمجھ آنے اور آنکھیں کھلنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کہا جائے گا کہ دنیا میں ایک لاکھ سے زیادہ نبی یہی بات بتانے کے لیے آئے تھے، تم نے اُن کی بات پر کیوں توجہ نہیں دی۔ آگے فرمایا:

﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (20)﴾

''اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان۔''

دنیا کی چمک دمک، زیب و زینت، انسان کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔ چنانچہ نگاہ اسی میں الجھ کر رہ جاتی ہے، حقیقت کو دیکھنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتی۔ اصل حقائق پس پردہ چلے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔ آخرت کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ دھوکہ بن جاتی ہے۔ انسان جس امتحان میں ڈالا گیا ہے اس کی وجہ سے دھوکے میں آ جاتا ہے۔ قرآن میں واضح طور پر فرمایا گیا کہ تمہارے لیے مال اور اولاد بہت بڑا فتنہ ہے۔ ان کے ذریعے تمہاری آزمائش ہو رہی ہے۔ مگر افسوس کہ اس آزمائش میں اکثر و بیشتر لوگ ناکام ہو جاتے ہیں۔

آگے فرمایا:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (21)﴾

''اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور جنت کی (طرف) جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے اور جو ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں لپکو، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔''

اگر دنیا کی حقیقت سمجھ میں آ گئی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلنا چاہیے کہ تم رضائے الٰہی کے حصول اور آخرت کو سنوارنے میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ مقابلہ ہونا چاہیے، مگر اس میدان میں کہ تمہیں اپنے رب کی طرف سے پروانۂ مغفرت اور رحمت حاصل ہو جائے۔ رضائے الٰہی کے حصول کے لیے مقابلہ کرو اور اس جنت کے حصول کے لیے دوڑ لگاؤ کہ جس کی وسعت آسمان اور زمین کے برابر ہے۔ تمہارے پاس یہی وقت ہے۔ اس میں تم چاہے دنیا بنا لو یا آخرت بنا لو۔ یہ بڑے محدود لمحات ہیں، اور یہ بھی اتنے غیر یقینی ہیں کہ نہ جانے کب کس کی مہلت اچانک ختم ہو جائے۔ لہٰذا اب کوئی راستہ اور راہ ہی نہیں سوائے اس کے کہ اپنا قبلہ درست کر لو، اور آخرت بنانے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اللہ سے مغفرت کے حصول اور اُس جنت کو حاصل کرنے کی کوشش کرو—— آج ہر طرف دنیا پرستی کی آگ بھڑک رہی ہیں۔ اِس بات کی تلقین کی جا رہی ہے کہ تمہاری زندگی یہی زندگی ہے، اِس کو بہتر بنانے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لاؤ، اِس کو پُر آسائش بنانے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں لگا دو، (معاذ اللہ) جائز و ناجائز، حلال و حرام کے تصورات سے پیچھا چھڑاؤ۔ تمہارا ہدف یہ ہونا چاہیے کہ تم بڑے رقبے اور جائیداد کے مالک بن جاؤ۔ کئی کئی کنال رقبے پر محیط تمہاری شاہانہ رہائش ہونی چاہیے، تاکہ ایلیٹ کلاس میں شامل ہو سکو۔ اِس کے برعکس اللہ کی کتاب ہمیں بتا رہی ہے کہ تمہاری منزل دنیا نہیں، آخرت ہے، لہٰذا اصل کامیابی دنیا میں آسائشوں کا حصول نہیں، جنت حاصل کرنا ہے، وہ جنت کہ جسے اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

آج ہم نے اصل منزل دنیا کو سمجھا ہوا ہے۔ آخرت پر ایمان تو اپنے آپ کو تسلی دینے کے لیے ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ فی الواقع ایمان تو دنیا پر ہے۔ مستقبل تو یہاں کے مستقبل کو بنایا ہوا ہے۔ صحابہ کرام ؓ راہ خدا میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے تھے۔ اللہ کی راہ میں زیادہ انفاق میں ایک دوسرے آگے بڑھنے کی فکر کرتے تھے۔ انہوں نے قرآن کے پیغام کو صحیح معنوں میں سمجھا تھا۔ بحیثیت جماعت وہ ہمارے لیے رول ماڈل ہیں۔ ہم نبی کریم ﷺ سے عشق کا دم بھرتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے عاشق صحابہ کرام ؓ تھے۔ وہ زبان سے اظہار نہیں کرتے تھے، بلکہ اپنے عمل سے بتاتے تھے کہ انہیں آنحضور ﷺ سے، آپؐ کی سنت سے بے پناہ محبت ہے۔ تو ہمارے لیے رول ماڈل صحابہ کرام ؓ اور ان کی روشن زندگیاں ہیں، جن کو قرآن نے سرٹیفکیٹ دے دیا ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴾ یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔ ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ یہی نجات پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کی فکر عطا فرمائے، اور نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے تربیت یافتہ صحابہؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

10 پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

اے مشرق کے لوگو! اب کیا کرنا چاہیے؟

26

در جنیوا چیست غیر از مکر و فن
صیدِ تو این میش و آں نخچیرِ من!

ترجمہ (UNO کے مرکز امریکہ کی ذہنیت اور افکار کی طرح پہلے) لیگ آف نیشنز کے مرکز جنیوا میں بیٹھے ذمہ داروں (عالمی گرگوں) سے دھوکا اور سازش کے علاوہ کیا توقع ہو سکتی ہے وہاں تو بس (آج کے سلامتی کونسل کے پانچ مطلق العنان عالمی فرعونوں یعنی خداؤں کے مابین) یہی فیصلے ہوتے ہیں کہ یہ بھیڑ تیری ہے اور یہ شکار میرا ہے

تشریح صہیونیت نے مشرق کی دنیا سے اپنا مکروہ شیطانی چہرہ چھپانے کے لیے پہلی جنگ عظیم کے بعد LEAGUE OF NATIONS کا نام استعمال کیا، جنیوا (سوئٹزرلینڈ) اس کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ مگر دنیا پر اس کے خفیہ مقاصد (AGENDA) عیاں ہو گئے اس لیے ناکام ہو گئی۔ اس شعر میں اسی .L.O.N کا ذکر ہے کہ جنیوا میں بیٹھ کر صہیونیت کے آلہ کار کیا کرتے ہیں؟ مکر و فن (DIPLOMACY) کے علاوہ ان کے پاس کیا ہے؟ دجالیت (TO DODGE) کے سوا اُن کی بیاض اور ڈکشنری میں کوئی لفظ ہی نہیں۔ (اب صہیونیت نے دوسری جنگ عظیم کے بعد UNO کے نام سے دوسرا ادارہ بنا لیا اور ایک نیا ماسک (MASK) لے لیا جس کے ذریعے ننگ انسانیت ایجنڈا روبعمل لایا جا رہا ہے WOMEN LIB اور تعلیمی نصاب میں جدیدیت کے نام سے جو کچھ پھیلایا جا چکا ہے، الامان الحفیظ)۔ تھرڈ ورلڈ اور غیر ترقی یافتہ اقوام بالخصوص مسلمانوں کے ممالک کو ایک دوسرے کے سپرد کرنا ہی ان کا ایجنڈا ہے کہ یہ بھیڑ تمہاری ہے اور یہ شکار میرا ہے جیسے چور اور ڈاکو کسی واردات کے بعد مال تقسیم کرتے ہیں۔ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا......

27

نکتہ ہا کو می نہ گنجد در سخن
یک جہاں آشوب و یک گیتی فتن!

ترجمہ آج کی دنیا (بالخصوص عالم اسلام) میں ایسے نکتے (ISSUES) اور فتنے ہیں کہ گفتگو میں نہیں آ سکتے اور الفاظ ان کی تاب نہیں لا سکتے۔ (فرعونوں کی طرح) مغربی اقوام کے خدائی کے دعوؤں سے ایک فساد برپا ہے اور (امن و آشتی کی بجائے) دنیا فتنوں کی آماجگاہ ہے

تشریح آج کی دنیا بالخصوص عالم اسلام میں اس مغربی ایجنڈا نے وہ قیامت ڈھا رکھی ہے کہ صورت حال بیان میں نہیں آ سکتی اور دامن زبان میں اس کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ دن بدن انسانیت اور انسان دوستی روبہ زوال ہے اور ان کارپردازانِ اقوامِ مغرب (جس کا ہلکا سا شاعری کی زبان میں نقشہ علامہ اقبال نے اپنی شاہکار نظم 'ابلیس کی مجلس شوریٰ' میں کھینچ دیا ہے) کے رویوں سے دنیا جرائم کی آماجگاہ بن گئی ہے (بدکاری باہمی رضامندی سے گناہ اور جرم نہیں، شراب نشہ، ناچ گانا، فلمی رول ادا کرنا یہ آج کی نئی انسانی قدریں بن گئی ہیں) روئے ارضی فتنوں اور انسان دشمن و خدا بے زار رویوں سے بھر گئی ہے جس سے باحیا، باضمیر اور CONSCIENCE والے لوگ گھٹن محسوس کر رہے ہیں۔ صہیونیت کے آلہ کار فرعونوں کی طرح خدائی لہجے میں گفتگو کرتے ہیں اور تیسری دنیا کے ممالک اور ان کے عوام سے اپنے لیے 'عبادت' کا تقاضا کرتے ہیں (قرآن مجید میں سورۃ مومنون میں ہے کہ فرعون نے غلام قوم بنی اسرائیل کے لیے 'عَابِدُوْن' کا لفظ استعمال کیا ہے)۔

28

اے اسیر رنگ پاک از رنگ شو
مومن خود ، کافر افرنگ شو

ترجمہ اے مسلمان! (جاگ، جاگ، جاگ) تو بھی (اسلام، قرآن اور حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کے ہوتے ہوئے) رنگ و نسل کا غلام نہ بن جا (اس کیفیت سے پاک ہو جا) اپنے دین اسلام کے افکار پر ایمان رکھ اور مغربی اقوام کے افکار (جمہوریت، وطنیت، ڈاروِنزم وغیرہ) کا منکر ہو جا

تشریح (اے نسل انسانی کے لیے رحمت بنا کر بھیجے جانے والے نبی ﷺ کی غلام اُمت! جاگو، جاگو، جاگو) خلاف اسلام رویے چھوڑ دو۔ برادری ازم، کالے اور گورے رنگ کی بنا پر باہمی برتری کا نظریہ (یعنی WHITE SUPREMACY کا لغو نظریہ) چھوڑ کر مساواتِ انسانی اور وحدتِ الٰہ اور وحدتِ آدم کی طرف لوٹ آؤ۔ اپنے پیغمبر ﷺ کے نظریات اور تعلیمات پر ایمان پیدا کرو اور عمل کر و ان کو دنیا میں پھیلاؤ۔ فرنگی، صہیونیت و ابلیسی نظریات کا انکار کر کے اس کے منکر بن جاؤ۔ یہ بات علی الاعلان کہے جانے کا تقاضا کرتی ہے حضرت محمد ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کو جتنا آج عام کرنے کی ضرورت ہے پہلے کبھی نہ تھی۔

وقت فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

بھارت چین کے ہاتھوں جتنی خفت اٹھا رہا ہے اس کو مٹانے کے لیے ممکن ہے وہ پاکستان میں کوئی سرجیکل سٹرائیک یا تخریب کاری کرے۔ لہٰذا ہماری عسکری و سیاسی قیادت کو الرٹ رہنا ہوگا: ایوب بیگ مرزا

اگر امریکہ کے بحری بیڑے اس خطے میں داخل ہوتے ہیں تو اس کے اثرات یقیناً اس خطے کے امن پر پڑیں گے اور معمولی سا واقعہ بھی تیسری عالمی جنگ کے شعلے بھڑکا سکتا ہے: ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف

بھارت چین جنگ سے پاکستان کو ممکنہ خطرات کے موضوعات پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: لداخ میں بھارت اور چین کے درمیان بہت عرصے سے تنازع جاری ہے جو آج کل شدت اختیار کر گیا ہے۔ یہ تنازع اصل میں ہے کیا؟

ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف: اس تنازع کے تین پہلو ہیں: 1۔ سٹریٹجیکل، 2۔ معاشی، 3۔ کرونا وائرس کی وبا سے متعلقہ۔ سٹریٹجیکل پہلو کو سامنے رکھیں تو یہ تنازع کوئی 106 سال پرانا ہے۔ 1914ء میں برٹش انڈیا اور تبت کے درمیان ایک مکموہن معاہدہ طے پایا تھا جس کے مطابق شمال مشرقی بھارت اور تبت کے درمیان ایک حد بندی لائن قائم ہوئی۔ لیکن جب 1950ء میں چین آزاد ہوا تو ماؤزے تنگ نے اعلان کر دیا کہ ہم تمام سابقہ بین الاقوامی معاہدوں کا ازسرنو جائزہ لیں گے اور اس کے بعد فیصلہ کریں گے کہ ہمیں کس معاہدے پر عمل کرنا ہے اور کس پر نہیں کرنا ہے۔ اس کے بعد 1955ء میں انڈونیشیا میں سوئیکارنو کے زیر صدارت ایک کانفرنس ہوئی تھی جس میں اس علاقے کے پانچ ممالک برما، بھارت، پاکستان، سری لنکا اور انڈونیشیا شامل ہوئے تھے۔ انہوں نے آپس میں یہ طے کیا تھا کہ ہم ایک نیا گروہ تشکیل دیں گے جو آزادانہ طور پر اس علاقے کے فیصلے کرے گا۔ یہ کانفرنس بعد میں ایک غیر جانبدار تحریک کا پلیٹ فارم بن گئی۔ نہرو اور چون این لائی دونوں کی خواہش تھی کہ وہ اس گروپ کے سربراہ بن جائیں۔ دوسری طرف پاکستان سیٹو اور سینٹو میں شامل ہو کر اس غیر جانبداری کو کھو چکا تھا۔ اس وقت چین کا جھکاؤ کسی حد تک بھارت کی طرف تھا۔ لیکن 1959ء میں پہلی مرتبہ بھارت نے تبت کو اپنے نقشہ میں بھارت کا حصہ دکھایا تو چین کا ماتھا ٹھنکا کیونکہ چین بھی لداخ کے کچھ علاقوں پر دعویٰ رکھتا تھا۔ بھارت میں جب ان نقشوں کی اشاعت ہوئی تو چین نے واضح طور پر اعلان کیا کہ ہم مکموہن لائن کو تسلیم نہیں کرتے۔ جبکہ بھارت نے اس کے اس اعلان کو مسترد کر دیا جس کے بعد یہ تنازع بڑھا اور بالآخر 1962ء کی بھارت چین جنگ میں بھارت کو شکست ہوئی۔ اس سے پیچھے جائیں تو انیسویں صدی میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج نے آگے بڑھ کر لداخ اور تبت پر قبضہ کر لیا تھا۔ تاج برطانیہ کے دور میں اس پر ایک

مرتب: محمد رفیق چودھری

معاہدہ ہوا لیکن لداخ تبت کو واپس نہیں کیا گیا تھا۔ بھارت کا موقف ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ لداخ کشمیر کا حصہ ہے۔ 1950ء میں ہی دلائی لامہ اور چین کے درمیان تبت کے معاملے پر اختلافات کھل کر سامنے آ گئے۔ اس کے بعد چین کی ہمیشہ یہ شکایت بھی رہی ہے کہ دلائی لامہ سی آئی اے کی مدد سے بھارتی زیر کنٹرول لداخ میں خفیہ اڈے قائم کرنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ 1959ء میں دلائی لامہ اپنے سینکڑوں ساتھیوں کے ساتھ پیدل سفر کر کے بھارت پہنچ گئے جہاں ہماچل پردیش میں بھارت نے ان کو جگہ فراہم کی۔

لداخ تنازع کا دوسرا پہلو معاشی ہے۔ اس سال 17 اپریل کو بھارتی حکومت نے ایک نیا فیصلہ کیا کہ جتنے بھی پڑوسی ممالک ہیں وہ بھارت میں F.I.D.P کے ذریعے سرمایہ کاری کریں گے۔ اس کے لیے قوانین میں جو تبدیلیاں کی گئیں ان کے مطابق تمام کمپنیز کو بھارت میں سرمایہ کاری کرنے کے لیے حکومت سے اجازت لینا لازمی قرار دیا گیا۔ چین کی بھارت میں چونکہ بہت زیادہ سرمایہ کاری ہے اس لیے ماہرین کے مطابق بھارت کے اس فیصلے سے چین کو بہت زیادہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا چین کی ناراضگی کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ لداخ تنازع کا تیسرا پہلو کرونا وائرس سے متعلقہ ہے۔ کرونا وائرس کی وجہ سے دنیا کی ساری معیشتیں پچھلے پانچ ماہ میں بری طرح متاثر ہوئی ہیں۔ ڈبلیو ایچ او کے اجلاس میں کہا گیا کہ چین اس کا ذمہ دار ہے' اس کے خلاف ایکشن لیا جائے گا۔ چنانچہ واشنگٹن اور دہلی کے سیاسی لیڈران اس وجہ سے چین کو بیک فٹ پر لے کر جانا چاہ رہے ہیں۔ ان سب چیزوں کے ردعمل میں چین نے اپنا سارا غصہ لداخ میں نکالا جہاں اس نے بھارت کا بہت زیادہ نقصان کیا۔

ایوب بیگ مرزا: اصل میں آزادی کے بعد آغاز ہی میں پاکستان امریکہ کے ساتھ مل گیا تھا اور سیٹو سینٹو کے معاہدے میں جکڑا گیا تھا۔ میں صاف کہوں گا کہ اس وقت معاہدے میں آ جانا پاکستان کے مفاد میں تھا۔ اس لیے کہ اس وقت سوویت یونین بھارت کا بہت زبردست سرپرست بنا ہوا تھا اور اس کو اسلحہ وغیرہ بھی دے رہا تھا۔ لیکن امریکی اسلحہ کا معیار روس کے اسلحہ سے کئی گنا بہتر تھا۔ چنانچہ بھارت کو یہ محسوس ہوا کہ جس نوعیت اور معیار کا اسلحہ امریکہ پاکستان کو دے رہا ہے سوویت یونین ہمیں اس معیار کا اسلحہ نہیں دے رہا۔ لہٰذا اگر کسی وقت بھی پاکستان اور انڈیا کی جنگ ہو گئی تو پاکستان کے پاس بھارت کے مقابلے میں بہت بہتر اسلحہ ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے پنڈت نہرو نے 1962ء میں سرحدی جھڑپوں کا ایک ڈرامہ رچایا اور خوب واویلا کیا۔ یعنی انڈیا نے میڈیا کے ذریعے اس جنگ کو خوب اچھالا۔ دوسری طرف اس وقت امریکہ تیار تھا کہ چین کے خلاف کوئی بات اٹھے اور میں اس پر دست شفقت رکھوں۔ چنانچہ امریکہ نے

پاکستان کے ساتھ کیے تمام وعدوں کو پس پشت ڈالا اور انڈیا کو بہترین اسلحہ دیا اور اس کی مدد کی۔

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ اب مفادات اور سٹیکس بہت آگے جا چکے ہیں۔ اس وقت بھارت امریکہ کا سپاہی بنا ہوا ہے۔ چین سی پیک اور بی آر آئی کے ذریعے دنیا میں اپنی سلطنت قائم کر رہا ہے کیونکہ وہ اقتصادی بنیادوں پر ہی ایک قوت بنا ہے لہٰذا اس کی بنیاد پر وہ ایک بڑی عسکری قوت بھی بن کر سامنے آ رہا ہے۔ گویا وہ ان دونوں محاذوں پر امریکہ کو پیچھے دھکیل رہا ہے۔ اگر چین اپنے اقتصادی منصوبوں کی تکمیل میں کامیابی حاصل کر لیتا ہے تو بہت جلد وہ دنیا میں ایک سپریم پاور بن جائے گا اور امریکہ بہت پیچھے چلا جائے گا۔ لیکن اگر چین ان منصوبوں میں ناکام ہو جاتا ہے تو پھر وہ حالیہ پوزیشن سے بھی نیچے چلا جائے گا۔ لہٰذا یہ صورت حال چین اور امریکہ دونوں کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ اس وقت چین کو بھارت، آسٹریلیا اور فلپائن وغیرہ کے ذریعے گھیرنے کی کوشش کر رہا ہے جبکہ دوسری طرف چین بھی اپنے اقتصادی منصوبوں کی تکمیل اور حفاظت کے لیے ہر قدم اُٹھا رہا ہے اور انہی اقدام میں سے ایک لداخ پر قبضے کا معاملہ بھی ہے۔

سوال: کیا لداخ میں چین کی پیش قدمی سے سیاچن گلیشیئر میں بھارتی افواج کی سپلائی لائن قائم رہ سکے گی؟

ایوب بیگ مرزا: ایک بات کی وضاحت کر دوں کہ پاکستان کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ چین جو کچھ کر رہا ہے وہ پاکستان لیے کر رہا ہے بلکہ اصل میں چین جو کچھ کر رہا ہے وہ اپنے لیے کر رہا ہے، اس میں اگر پاکستان کا بھلا ہو جاتا ہے تو وہ الگ بات ہے۔ یعنی چین پاکستان کی جنگ نہیں لڑ رہا ہے۔ البتہ جہاں تک سیاچن گلیشیئر کا تعلق ہے تو چین اس وقت پوائنٹ 14 تک پہنچ چکا ہے۔ وہاں اس نے اپنے کیمپ بھی لگا لیے ہیں۔ اگرچہ بھارتی حکومت اپنے عوام کو جھوٹی تسلیاں دے رہی ہے کہ کچھ نہیں ہوا لیکن چین فنگر 4 سے آگے بڑھ چکا ہے اور اب وہ بھارت سے کہہ رہا ہے کہ فنگر 3 سے بھی نکل جاؤ۔ اگر فنگر 3 پر بھی چین کا قبضہ ہو جاتا ہے تو بھارت کے لیے سیاچن گلیشئر کا کوئی راستہ نہیں رہے گا اور اس کی سپلائی لائن رک جائے گی۔ لیکن یہ واضح ہے کہ چین سیاچن گلیشئر کا راستہ روکنے کے لیے آگے ہرگز نہیں بڑھا بلکہ وہ اپنے سی پیک اور بی آر آئی منصوبوں کو بھارتی شرانگیزی سے بچانے کے لیے آگے بڑھا ہے۔ اس کا یہی ایک مقصد ہے اور اس مقصد میں وہ کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ بھارت کی سیاچن گلیشیر تک رسائی کا راستہ نہیں روکے گا۔

سوال: کیا بھارت چین تنازع عالمی جنگ میں بدل سکتا ہے؟

ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف: امریکہ بھارت کا فطری اتحادی بن چکا ہے۔ اس وقت امریکہ کی اقتصادی صورت حال ایسی ہے کہ وہ براہ راست جنگ سے اجتناب کرے گا۔ دوسری طرف روس بھی ان تمام معاملات کو دیکھ رہا ہے۔ اگر امریکہ کے بحری بیڑے اس خطے میں داخل ہوتے ہیں تو اس کے اثرات یقیناً اس خطے کے امن پر پڑیں گے۔ پاکستان کو بھی اس معاملے میں ہوشیار رہنا چاہیے کیونکہ یہ علاقہ کسی بھی وقت فلیش پوائنٹ بن سکتا ہے۔ ذرا سا بھی غلط قدم عالمی جنگ کی طرف لے کر جائے گا۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے آخری دور اور دورِ فتن کے حوالے سے کہا ہے کہ یہی علاقہ تیسری عالمی جنگ یعنی آرمیگاڈون کا نقطہ آغاز ہوگا۔ یہ جنگ جلد ہو یا بدیر البتہ خطرہ بہر حال موجود ہے۔

> بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے دورِ فتن کے حوالے سے کہا ہے کہ جنوبی ایشیا کا علاقہ ہی تیسری عالمی جنگ یعنی آرمیگاڈون کا نقطہ آغاز بنے گا۔

ایوب بیگ مرزا: مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ زیادہ تر زبانی طور پر پریشرائز کرے گا لیکن عملی طور پر آگے نہیں بڑھے گا۔ زیادہ امکان یہی ہے کہ وہ South China sea میں ایک نیا محاذ کھول کر چین کو وہاں مصروف کر دے گا۔ وہاں آسٹریلیا بھی امریکہ کا فطری اتحادی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ حال ہی میں آسٹریلیا اور بھارت کے درمیان ایک معاہدہ بھی ہوا ہے جس کے مطابق یہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے اڈے استعمال کر سکیں گے۔ آسٹریلیا نے بھارت کے اڈے کیا استعمال کرنے ہیں۔ ظاہر ہے بھارت ہی اس کے بحری اڈے استعمال کرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکی بحری بیڑے حرکت کر رہے ہیں لیکن یہ بعض اوقات دکھاوے کے ہوتے ہیں، صرف پریشرائز کرنے کے لیے ہوتے ہیں، عملی طور پر نہیں ہوتے۔

بہر حال ابھی تک عالمی جنگ کے امکانات تو نہیں ہیں لیکن بات بگڑتے ہوئے دیر بھی نہیں لگتی۔ کیونکہ بعض اوقات فریقین کو خود بھی معلوم نہیں ہوتا کہ بات اتنی بگڑ جائے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جنوبی چینی سمندروں میں چین نے اپنی حفاظت کے بہت عمدہ انتظامات کیے ہیں لیکن اس کے مقابلے میں امریکہ کا بحری بیڑہ بہت زیادہ طاقتور ہے۔ لیکن امریکہ کا نہ کوئی ایسا مزاج ہے اور نہ تاریخ کہ اس نے کسی کی خاطر اپنے آپ کو خطرے میں ڈالا ہو۔ بلکہ بقول ہنری کسنجر امریکہ تو ہمیشہ اپنے دوست سے دشمنی کرتا ہے کبھی دشمن سے دشمنی نہیں کرتا۔

سوال: امریکہ کا مہرا بن کر بھارت کتنا فائدہ اور کتنا نقصان اٹھا سکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ جو شے کسی فرد، گروہ، جماعت کے لیے بری ہوتی ہے وہی ملک وقوم کے لیے بھی بری ہوتی ہے۔ بغض اور حسد سے اللہ سب کو بچائے، یہ انسان کی بدترین برائی ہے۔ اصل میں ملکی اور قومی سطح پر بھارت اس وقت بغض اور حسد میں جل رہا ہے۔ بھارت نے اپنی سلامتی کی بنیاد اپنا طاقتور ہونا نہیں بنایا بلکہ اس نے پاکستان کو گرانے، تباہ و برباد کرنے کو اپنی پالیسی کی بنیاد بنایا ہے۔ پھر بھارت کے دوسرے ہمسایہ ممالک کے ساتھ بھی تعلقات اچھے نہیں ہیں۔ اگر بھارت سی پیک میں چین کا پارٹنر بن جاتا تو اسے اتنا فائدہ ہونا تھا جتنا پاکستان کو بھی نہ ہوتا۔ لیکن بھارت نے صرف پاکستان کی دشمنی میں اپنا یہ فائدہ گنوایا ہے۔ اسی طرح بھارت نے نیپال، بھوٹان اور بنگلہ دیش سے بھی تعلقات خراب کر لیے ہیں۔ حالانکہ بنگلہ دیش بھارت کا بغل بچہ تھا لیکن اس وقت وہ بھی بھارت کے مقابلے میں چین کا ساتھی بنا ہوا ہے۔ اصل میں چین نے نیپال، بھوٹان، سری لنکا کو انڈیا کے خلاف کر دیا ہے، یعنی چین سفارتی محاذ پر بھی انڈیا کو شکست دے رہا ہے۔ کیونکہ وہ ایک عرصے سے اس سٹریٹیجی پر کام کر رہا ہے۔ مثال کے طور پر اس نے بنگلہ دیش کو سہولت دی کہ وہ چائنہ سے جو درآمدات کرے گا اس پر اس کو 97 فیصد ڈیوٹی معاف ہو گی۔ بنگلہ دیش کی تو باچھیں کھل گئیں۔ اسی طرح سری لنکا بھارت کو قرضے کی قسط دیتا تھا، اس دفعہ سری لنکا نے بھارت سے مطالبہ کیا کہ کرونا کی وجہ سے قسط نہیں دے سکتا اس لیے آپ ہمیں رعایت کریں، لیکن بھارت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چین نے سری لنکا کو کہا کہ قسط میری طرف سے ادا ہو جائے گی تم آگے بڑھو۔ اس طرح چین نے سٹریٹیجی کے طور پر اس سارے علاقے میں

بھارت کو تنہا کر دیا ہے۔

سوال: کیا سٹاک ایکسچینج کراچی میں حملے کا تعلق بھارت چین جنگ سے بنتا ہے؟

ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف: جتنے بھی اس طرح کے دہشت گردی کے واقعات ہوتے ہیں وہ کسی نہ کسی پراکسی جنگ کا حصہ ہوتے ہیں۔ اب جنگیں براہ راست نہیں ہوتیں بلکہ ان کی جگہ اسی طرح پراکسی جنگ جاری رہتی ہے۔ پاکستان کے حالات دیکھیں تو 1980ء کی دہائی میں بھی یہ سب کچھ ہوا۔ پھر نائن الیون کے بعد بھی ہم نے یہ سب کچھ بھگتا ہے۔ انڈیا براہِ راست سامنے آنے سے احتراز کرتا ہے۔ اس واقعہ کے فوراً بعد ہمارے وزیر اعظم نے اسمبلی فلور پر آ کر اعلان کیا کہ اس میں بھارت کے ملوث ہونے کے شواہد ہیں۔ ہماری خفیہ ایجنسیوں کی اطلاعات کے مطابق چاروں دہشت گرد مسلسل افغانستان سے رابطے میں تھے، ان کے موبائل سے وہ رابطے بھی مل گئے ہیں۔ پھر ہم جانتے ہیں کہ پچھلے سالوں سے بھارت نے افغانستان کو اپنا بیس بنا کر پاکستان میں ایسے واقعات کروائے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ایک بڑی جنگ شروع ہو پاکستان کو معاشی طور پر کمزور کرنے کے لیے بھارت ایسی کارروائیاں کرتا ہے۔ لیکن ہماری سکیورٹی ایجنسیز نے اللہ کی مدد سے ان کے پلان کو کامیاب نہیں ہونے دیا اور سٹاک ایکسچینج کے پوائنٹ کم نہیں ہوئے بلکہ زیادہ ہوئے ہیں، یہ ہماری کامیابی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم حالت جنگ میں ہیں۔ انڈیا نے داخلی اور خارجی طور پر ہمیں کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہمارے وزیر خارجہ نے یہ بیان دیا ہے کہ اگر اس طرح معاملات چلتے رہے تو عالمی امن کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم پاکستانی مسلمان خود اپنے محسن نہیں ہیں لیکن اللہ ہمارا محسن ہے۔ یہ حالات نے ثابت کیا ہے اور اسی طرح شر سے خیر برآمد ہوتا ہے۔ گزشتہ آٹھ دس سال سے ہم جس دہشت گردی کی جنگ کی لپیٹ میں تھے، ظاہر ہے یہ کسی کی غلطی تو تھی جس کا نتیجہ ہم نے بھگتا لیکن اللہ نے ہمارے لیے اس شر سے خیر برآمد کی۔ ہم نے اپنی حماقت، اپنی جہالت کی وجہ سے، خود اپنے دشمن ہونے کی بنا پر بہت غلطیاں کیں، ہماری فوج نے بھی کیں اور ہمارے سیاستدانوں نے بھی کیں۔ لیکن اللہ نے اس شر سے یہ خیر برآمد کیا ہے کہ پاکستانی فوج اس دہشت گردی کی جنگ لڑتے ہوئے اتنی ماہر ہوگئی ہے جس سے بھارت کی فوج کلیتاً عاری ہے۔ یعنی ایک شر ہم نے کیا لیکن اللہ نے اس سے خیر برآمد کیا۔

سٹاک ایکسچینج کا واقعہ ہو یا پلوامہ کا واقعہ اس کے پیچھے انڈیا ہی تھا۔ انڈیا اور چین کی جنگ ہو رہی ہے اور نظر یہ آرہا ہے کہ پاکستان اور چین کا ایک خاموش اشتراک ہے کہ پاکستان کسی معاملے میں نہ بولے گا نہ آگے آئے گا اور چین انڈیا کے ساتھ تمام معاملات کرے گا۔ انڈیا اس پالیسی کو سمجھ گیا ہے کہ چین پاکستان کو ایک طرف رکھ کے میرے ساتھ انوالو ہونا چاہتا ہے۔ مثال کے طور پر چین نے آگے بڑھ کر گلگت بلتستان کی طرف انڈیا کا راستہ روک دیا۔ اگر پاکستان روکتا تو انڈیا کھل کر جنگ کرتا۔ یعنی چین در پردہ پاکستان کی جنگ لڑ رہا ہے اگرچہ وہ جنگ اس کے اپنے مفاد میں ہے۔ جیسے امریکہ عرب میں ساری جنگ خود لڑتا ہے لیکن اسرائیل کے مفاد میں لڑتا ہے۔ اس جنگ سے چین نے پاکستان کو انڈیا کی جنگ سے بچایا ہے۔

سوال: امریکہ چین کشیدگی اور بھارت چین تنازع سے پاکستان کو کیا خطرات لاحق ہو سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: اس میں شک نہیں کہ چین انڈیا کے ساتھ جو جنگ کر رہا ہے پاکستان کو اس کا فائدہ ہو رہا ہے لیکن ہمیں اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ چین ہمیں اپنی گود میں لے لے گا اور بچا لے گا۔ ہمیں اپنے آپ کو خود بچانا ہوگا۔ پاکستانی سیاسی و عسکری قیادت اور عوام کو پوری طرح الرٹ رہنا پڑے گا۔ کیونکہ انڈیا چین کے ہاتھوں جتنی خفت اٹھا رہا ہے عین ممکن ہے اس خفت کو دور کرنے کے لیے وہ پاکستان میں کوئی سرجیکل سٹرائیک یا کوئی حملہ کر کے اپنے عوام کو خوش کرے گا۔ لہٰذا ہماری سیاسی و عسکری قیادت اور عوام نے مل کر پاکستان کا تحفظ کرنا ہے۔ البتہ اس میں چین کی مدد مل گئی تو یہ ہمارے لیے اضافی فائدہ ہوگا۔ اگر اس جنگ میں چین آگے بڑھتا چلا جاتا ہے تو پاکستان کا مکمل طور پر الگ تھلگ رہنا ممکن نہیں ہوگا۔ لہٰذا عسکری اور جنگی تیاری کی بھی ضرورت ہے اور رجوع الی اللہ کی بھی شدید ضرورت ہے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

وفاق المدارس سے الحاق شدہ

کُلّیۃ القرآن (قرآن کالج) لاہور

191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھتے ہیں اور دوسروں کو قرآن سکھاتے ہیں۔'' (حدیث نبوی ﷺ)

درس نظامی کے ساتھ ساتھ میٹرک (آرٹس، سائنس)۔ ایف اے۔ بی اے اور ایم اے کے خواہش مند طلبہ کے لیے

آن لائن داخلے شروع

- کرونا وائرس اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے لاہور تشریف لائے بغیر بذریعہ واٹس ایپ اپنے کوائف ارسال کریں۔ مطلوبہ قابلیت کا جائزہ لینے کے بعد داخلہ دینے یا نہ دینے کے بارے آپ کو اطلاع کر دی جائے گی۔
- ریگولر کلاسز کے لیے حکومت پاکستان / وفاق المدارس کی ہدایات کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔
- کوائف ارسال کرنے کے لیے درج ذیل نمبروں پر رابطہ کریں۔

1۔ مولانا محمد فیاض 0322-4939102
2۔ شہریار 0301-4882395

خصوصیات

- دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم
- حفاظ، ذہین اور مستحق طلبہ کے لیے مراعات
- وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ / پنجاب یونیورسٹی کا نصاب
- نمایاں پوزیشن والے طلبہ کے لیے وظائف

المعلن: حافظ عاطف وحید، مہتمم — ریاض اسماعیل، پرنسپل

ڈراما ارطغرل: ایمان ساز یا ایمان سوز

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

رمضان کی مقدس ساعتوں میں کورونا کی ناگہانی آفت نے قوم کو معتکف کر رکھا تھا۔ حالت اعتکاف میں کیا ہو رہا تھا؟ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ فکر کورونا کی دیوانگی بھی مسلط رہی۔ مقدس ساعتوں سے سال بھر کے لیے توشۂ ایمان وتقویٰ سمیٹنے کے لیے یکسوئی والے خوش نصیب بھی تھے۔ ایمانی راشن خوب بٹ رہا تھا۔ البتہ ایک نئی لہر پہلے حیران کن اور ناقابل یقین لگی۔ گزر جانے کے بعد (سونامی کی طرح) اس کی فکری تباہ کاری، تابکاری کا احساس ہوا، یہ ایک عدد ڈراما تھا جس کا سحر قوم کے رمضان کی مبارک گھڑیاں نگل گیا۔ لوگ طاق راتوں میں جبریل امین اور رحمت کے فرشتوں کا نزول بھول گئے۔ قوم کالی اسکرین سے جڑی، کورونا کا عذاب الٰہی بھلائے، قرآن کی جگہ عقل ودل ونگاہ میں ڈراما انڈیل رہی تھی۔

یکم رمضان سے (تاک کر) یہ ڈراما شروع ہوا اور سارے ریکارڈ توڑ کر 2 کروڑ 50 لاکھ نے اپنے شب وروز اسے یوں دیے کہ ڈراما دیکھنا، اس پر طویل تبصرے، سوشل میڈیا پر اسی حوالے سے تھرکتی انگلیاں، دل ودماغ، روح کی اسکرین پر اسی کے ابھرتے ڈوبتے مناظر کا سحر طاری! اقبال نے شرق وغرب کے تہذیبی مطالعے کے نتیجے میں سینما، ڈراما/ فلم بینی کا مقام، (جواب ہر گھر بن چکا) کے حوالے سے کہا تھا:

یہ صنعت نہیں شیوۂ ساحری ہے
وہ مذہب تھا اقوام عہد کہن کا
یہ تہذیب حاضر کی سوداگری ہے

ساحری تو ہم نے ہوش گم کیے رمضان اور کورونا بھلا دینے میں دیکھ لی۔ سوداگری دیکھنا چاہیں تو یہ دیکھیں کہ 2015ء میں ترکی ڈراموں کی 80 سے زائد ممالک کو برآمد سے 350 ملین ڈالر، 2019ء میں 156 ممالک میں 543 ملین ڈالر، کی کمائی ہوئی۔ (فلم ہی ڈرامے کی ماں ہے۔ ڈراما زیادہ تباہ کن یوں ہے کہ باپ بیٹی، بھائی بہن یک جا حیا سوزی دیکھتے ہیں) اب سوداگری اور سیاسی مقابلہ بازی میں سعودی عرب کود پڑا ہے۔ اپنے ہاں اس نے ارطغرل کی اجازت نہیں دی۔ خلافت عثمانیہ کے اجاگر کردہ ڈرامائی مثبت اثرات کو دھونے کے لیے اس نے 40 ملین ڈالر اپنے ہاں ڈراما سازی کے لیے مختص کیے ہیں۔ برطانوی فلم ڈائریکٹر منگوایا ہے۔ مقابلے پر ڈراما تیار ہوگا 'ممالک النار' کے نام سے 1517 کا تاریخی ڈراما 17 نومبر کو سعودی کالی اسکرینوں پر اترے گا اور 20 نومبر کو ترکی کی بھی اگلی ڈراما سیریز تیار ہے۔ سواب جہاد فی سبیل الڈراما چلنے کو ہے۔ ڈرامائی رزم آرائی ہوگی!

ارطغرل سیریز پر ہمہ پہلو بات ضروری ہے۔ کیونکہ اسے اسلام سے نتھی کر دیا گیا ہے۔ قوم کا مزاج بیس سالوں میں جس شکست وریخت سے گزرا ہے، ہمیشہ سے بڑھ کر اسلام کو موم کی ناک بنا دیا گیا ہے۔ جب چاہا عمامہ اتار کر گورے کا ہیٹ پہنا دیا۔ جب چاہا رنجیت سنگھ کی پگڑی لا دھری۔ نہیں جناب! یہ نہیں ہوگا۔ اس ملک کی مٹی میں شہداء کا خون رچا رہا ہے۔ اس کی فکر ونظر پر حملہ آوروں نے کیا کچھ نہ کیا۔ اقبال کو قوالوں اور میراثیوں کے حوالے کیا۔ بانی پاکستان کے اسلامی نظام حیات بارے واضح موقف اور آئین میں قرارداد مقاصد کو پس پشت ڈال دیا۔ عین پورا رمضان قوم کو ٹی وی اسکرین کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کیے بٹھانا کیا ضروری تھا؟ سارا اسلامی کلچر اور اقدار (بقول وزیر اعظم) مقدس مہینے میں ہالی ووڈ طبیعت، مزاج، اٹھان والے اداکاروں سے سیکھنا کیوں ضروری تھا؟ وہی FATF اور مغرب جو اسلام کی ہر رمق نصابوں اور نوجوانوں کے دل ودماغ سے مٹا ڈالنے کے سدا درپے رہتے ہیں 'جہادی' ڈرامے پر خاموش کیونکر ہو رہے؟ دال میں کچھ تو کالا ہوگا؟ پوسٹ مارٹم کریں گے تو پتا چلے گا کہ ساری ہی دال کالی ہے۔ یہ جو نکتہ وری ہے کہ ارطغرل پاکستانی ڈراما انڈسٹری اور لبرلوں کو برا لگا (دلیل ہے کہ یہ عین اسلام ہے اس لیے!) اور پھر آپ بھی ان کے ساتھ اسے غلط کہہ رہی ہیں؟ یہ خلط مبحث ہے۔ اداکاروں کا تو بزنس ٹھپ ہوا ہے۔ رہے لبرل، تو وہ تو مصنوعی تلوار بھی اپنی ہی گردن پر چلتی محسوس کرتے ہیں، صرف اس لیے بلبلا رہے ہیں۔

اسلام پسندوں کی ڈرامے کی محتاط تعریف وتحسین، حوصلہ افزائی دیکھی تو لگا کہ چڑیاں سارا ہی کھیت چگ گئیں۔ بلکہ جیسے کورونا اور ٹڈی دل کی مانند اتنی ہی شدت سے یہ ڈراما آنکھوں کے راستے حملہ آور ہو کر قلب ماہیت کر گیا (کہ حق نے دل کو کیا ہے نگاہ کے تابع) اور پھر قلب سلیم ہی پر تو دنیا آخرت کا دار ومدار ہے۔ 'کسی بندے کا ایمان درست نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل درست نہ ہو' (ترغیب وترہیب) 'خبردار! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار! وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔' (بخاری۔ مسلم)

ہم نے 2 کروڑ چالیس لاکھ افراد کا دل ایک ڈرامے کے حوالے کر دیا؟ پھر اسے اصلاحی، اسلامی، تاریخی تربیت دینے والا قرار دے دیا؟ وزیر اعظم سے تو ہمیں کچھ نہیں کہنا۔ سورۃ الفاتحہ سے جو انہوں نے ایاک نعبد وایاک نستعین پڑھی تھی۔ اب سفر طے کر کے انا للہ وانا الیہ راجعون پر جا پہنچی ہے۔ ہم نے بھی پڑھ لی ہے۔ جن جادو، قادیانیت کے نرغے میں، رنجیت سنگھ کے مرید اور مشرفی وزراء کے ہمراہ، اولاد یہودی ننھیال کے سپرد کرنے کے بعد ان سے ہم کیسی توقع باندھ سکتے ہیں! سوان کی شان میں گستاخی کی ضرورت نہیں لیکن اپنی فکر ونظریا اسلام کا ٹھیکا بہرحال انہیں دیا نہیں جاسکتا۔ اسلامی اقدار کا منبع خلافت راشدہ ہے۔ رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ، صحابہؓ کی خلافت، کتب سے پڑھ کر۔ نہ کہ خلافت عثمانیہ ڈراموں سے کشید کر کے۔ ڈرامائی نفسہٖ کیا ہے اس پر پہلے بات کیے لیتے ہیں۔ اقبال نے اسے صنعت آزری کہا ہے:

وہ دنیا کی مٹی، یہ دوزخ کی مٹی
وہ بت خانہ خاکی، یہ خاکستری ہے

یعنی سینما، دوزخ کی مٹی سے بنا راکھ کا بت خانہ ہے۔ اخلاقی بربادی، نگاہ کی خرابی، نظر بازی کی بنا پر یہ خاکستری ہے۔ سینما پر یہ رائے کسی شدت پسند مولوی کی بات نہیں۔ مغربی تہذیب کو اندر باہر سے دیکھنے پرکھنے والے شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کا کلام ہے!

ڈراما اردو زبان میں سوانگ، ناٹک ہے۔ دھوکا، فریب، دجل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کی اصل بھی جدید مغربی تہذیب کے دیگر اجزاء کی مانند یونانی ہے۔ یونان سے جمہوریت، مجسمہ سازی، تھیٹر، اولمپکس، فلسفہ، ثقافت سبھی کچھ جو ڈھائی ہزار سال قدیم ہے، مغرب نے مستعار لیا ہے۔ (مذہب سے قطع تعلق کر کے) مگر یہ قدامت پرستی نہیں، جدیدیت ہے عین! ہمارے نظام تعلیم کا حصہ اسے ہم نصابی سرگرمیوں کے نام پر ڈرامے

اور ٹیبلوز کی شکل میں گورے نے بنایا ہے۔ ڈراما/فلم، آج مرکب ہے موسیقی، اختلاط، میک اپ، ملبوسات، بے پناہ سرمایہ کاری کا۔ سوانگ بھرتے رہنے سے متعلقہ افراد کی شخصیت کے مسخ ہوجانے کا۔ وزیر اعظم نے اس ڈرامے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ ہالی وڈ، بالی وڈ فلموں کے برے اثرات سے بچنے کے لیے یہ ڈراما نوش جان فرمایئے۔

(یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے کہا جائے ہیروئن، کوکین، آئس سے چرس بہتر ہے۔) اس کے لیے دیے جانے والے دلائل میں سے ایک اس کا دنیا بھر میں مقبول ہوجانا ہے۔ تو کیا ہمارے لیے صحیح وغلط، خیر وشر کا پیمانہ جاہل دنیا میں مقبولیت ہے؟ جبکہ قرآن مسلسل ہمیں بتاتا ہے کہ اکثریت جاہل، فاسق، کم عقل ہوتی ہے۔ قوم نوحؑ کی 'اکثریت' تباہی کی بھینٹ چڑھ گئی تھی۔ 'اگر تم اکثریت کے کہنے پر چلو تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ وہ تو محض گمان پر چلتے اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔' (الانعام۔116) ہم واضح، بیّن دین کے وارث ہیں۔ آپ ﷺ نے ہمیں ایسے راستے پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے۔ اس لیے خود ساختہ اسلام کی ترویج کی کوئی گنجائش نہیں۔ 'تم کھلے گناہوں سے بھی بچو اور چھپے گناہوں سے بھی۔ جو لوگ گناہ کا اکتساب کرتے ہیں وہ اپنی کمائی کا بدلہ پاکر رہیں گے۔' (الانعام۔120)

واضح دین پر سوالات واعتراضات شیطانی القا ہے (الانعام۔121)۔ 'بعض اور لوگ ایسے ہیں جو کسی علم اور ہدایت اور روشنی بخشنے والی کتاب کے بغیر گردن اکڑائے ہوئے، اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں تاکہ لوگوں کو راہ خدا سے بھٹکا دیں۔' (الحج۔9,8)

ڈرامے کا ہر جز ممنوعات سے بھرا ہے۔ طوالت کے خوف سے مکمل حوالہ جات ممکن نہیں۔ قرآن کے احکام سورۃ لقمان (6-8) تفسیر ابن کثیر اور تفہیم القرآن سے پڑھ لیجیے، سورۃ النور، سورۃ الاحزاب سے پردہ، نگاہ کی حفاظت، اختلاط کی ممانعت کی ساری حدود توڑ کر ڈراما بنتا ہے۔

تذکرہ حلال وحرام سے کھیلنے والوں کا نہیں ہے۔ یہ مضمون صرف انہی لوگوں کو مخاطب کر رہا ہے جو یہ جانتے سمجھتے ہیں کہ دین میں دخل اندازی بجلی کی ننگی تاروں سے کھیلنا ہے۔ لبرل، سیکولر اسلام پسند کی جمع اضداد اب بن چکی۔ بیشتر اسلام پسند ٹی وی فلموں ڈراموں پر آکر لبرل سیکولر ہوجاتے ہیں۔ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔ یہی اصلاحی اور اسلامی ڈراموں کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ اسلامی ناچ، اسلامی شراب بھی ممکن ہے کیا؟

ثقافتی زندگی میں جب سے آلودگی در آئی ہے، مخلوط تقریبات، مخلوط تعلیم، تصویر، موسیقی حلال سمجھ لی گئی ہے تو پھر اسلامی ڈراما بھی ممکن ہے! گٹر کے پانی سے صفائی ممکن ہے؟ پانی ختم ہوجائے تو یہ لال شربت ملاکر برف ڈال کر پیا پلایا جاسکتا ہے؟ ہلکے صابن کی موجودگی سے جراثیم مرجائیں گے، سینی ٹائز ہوا شربت ہوگا! بس آج اس کی بیوی، کل اس کی بیوی، پرسوں فلاں کی گرل فرینڈ والی عورت اگر ارطغرل والی کی طرح ساتر لباس پہن لے، غیر مرد کی بیوی بنی، اس سے خلا ملا رکھے، اسے چھوئے تو اسلامی ہے؟ 200 قسطوں پر محیط 589 اداکار مرد وزن (سب باہم نامحرم) کا اختلاط، موسیقی، میک اپ کرتے، کرواتے سب اسلامی، اصلاحی ہی رہے؟ (جس میں اکثر مرد خواتین کا یا خواتین مردوں کا میک اپ کرتی ہیں) رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔

رہی یہ بات کہ یہ اداکار، اداکارائیں اصلاً کتنی مومنانہ زندگی گزارتی ہیں تو چیک نہ کیجیے گا، چھکے چھوٹ جائیں گے۔ 589 میں سے دیگ کے دو چار دانے ہی کافی ہیں۔ سب سے بڑے مجاہد ہیرو ارطغرل کو دیکھیے، یعنی اس کے بارے پڑھ لیجیے یا اس کی ٹویٹ بھی موجود ہے۔ ڈرامے میں تو اس کی بیوی ایک بے دین اداکارہ ہے جو ماڈلنگ بھی کرتی ہے۔ تاہم اس کی اپنی ذاتی بیوی بھی ہے اور بچہ بھی۔ اپنی بیوی کی بہت ہی نامناسب حلیوں اور احوال کی تصاویر اس نے اپنے چاہنے والوں سے شیئر کی ہیں۔ ہالی وڈ کا اداکار ہی لگتا ہے۔ اسراء بلجیک ڈرامے میں (ارطغرل کی بیوی) اسلامی ساتر لباسوں میں رہی، اب ایک وڈیو میں مردوں کے جھرمٹ میں نہایت بیہودہ لباس میں موسیقی پر رقص کناں ہے۔ ڈرامے کی ایک اور اداکارہ وہ ہے جو تصویر میں کتے سے (یورپیوں کی طرح) اپنا منہ چٹوا رہی ہے۔ قیاس کن زِگلستانِ من بہارِ مرا۔

کلیتاً مغربی طرز زندگی کی حامل ڈرامے کی یہ کاسٹ ہے جو رمضان بھر 'جہاد' کے ذریعے قوم کے روزے لوٹ کر لے گئی۔ کورونا ہم پر نہ ٹوٹ پڑے تو کیا ہو۔ چوری اور سینہ زوری کے مجرم ہیں ہم۔ ایسے میں جواز یہ پیش ہوئے کہ اس میں قرآنی آیات تھیں! (شراب کی بوتل پر قرآنی آیات لکھنے کی جسارت کوئی کرسکتا ہے؟) پھر یہ کہ 'بے ہودہ ڈراموں کو چھوڑ کر ارطغرل دیکھ لیں تو حرج والی کوئی بات نہیں بلکہ بہتر ہے۔' (اسلامی فکر والوں کا فرمان!) یہ بھی کہ پہلے ہی ٹی وی، اسمارٹ فونوں پر سبھی کچھ دیکھا جارہا ہے.......... 'ارطغرل دیکھنے سے بہت کچھ سیکھنے کو مل سکتا ہے!' یہ چرس کے فوائد، اس سے تا دیر عبادت کرنے کی قوت بڑھانے والی بات ہے۔ ڈرامے کے اسلامی جواز فراہم نہیں ہوسکتے ایسے دلائل سے۔

جب تک ہم دور سے بے پناہ تعریفیں، اثرانگیزی کی داستانیں سن رہے تھے تو تاثر یہ تھا کہ اتنی اسلامی اقدار سیکھنے، ولولۂ جہاد بیدار ہونے سے دو کروڑ چالیس لاکھ مومنین صالحین مجاہد فی سبیل اللہ بن کر نکلیں گے، حکومت پر دباؤ ڈالیں گے۔ پہلے کشمیر کی فتح سے شروعات ہوں گی۔ فلسطین، شام کی کس مپرسی کا مداوا ہوگا۔ ایک کروڑ ارطغرل بھی اگر یک بیک پاکستان میں اٹھ جائیں تو امت کی تقدیر بدل جائے۔ بھارت، اسرائیل، روس، بشارالاسد، امریکا نیٹو کے چھکے چھوٹ جائیں لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ:

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت، وہ سیارہ

آباء وہ تھے کہ ان کے ایمان کافر کی فوجیں دیکھ کر بڑھ جایا کرتے تھے۔ (آل عمران۔173) یہاں ڈراما باز لڑکے لڑکیوں کے حسن اور ایکٹنگ، مکالموں کی ادائی، رجز یہ موسیقی، لکڑی کی تلواریں لہراتے دیکھ کر ایمان بڑھ جاتا ہے! جیسے گھاس چر کر اور پیپسی پی کر صحت نہیں بن سکتی، ویسے ہی ڈرامے دیکھ کر ایمان نہیں بن سکتا۔

ڈرامے کے کئی پروموٹر اور وکیل دین دار تھے! اگر ایمان کی فکر ہے تو یہ حدیث کافی ہے: 'حلال چیزوں کا حکم بالکل واضح ہے اور حرام چیزوں کا حکم بھی واضح ہے۔ ان دونوں (حلال وحرام) کے درمیان کچھ امور متشابہ ہیں، جن کی حلت وحرمت کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ پس جو شخص اس قسم کی غیر واضح اشیاء سے بچ گیا، اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا۔' (بخاری، مسلم)

اگرچہ یہ ڈراما غیر واضح نہیں۔ ذرا سوچیے تو! کیا آپ اپنی گھر کی خواتین (بیوی، بیٹی، بہن) کو اس ڈرامے کا ایک سین (اسلامی، اصلاحی مقاصد، فلاح امت کے جذبے سے) ڈرامے والے ارطغرل کے ہمراہ کرنے دیں گے؟ ہرگز نہیں! یہ کیا بات ہوئی کہ ہم اس امر کو روا جانیں کہ ہم تو چونکہ نہایت پاک باز، نمازی، پرہیزگار اور خاندانی ہیں، اس لیے ڈراما ہم نہیں کرسکتے۔ البتہ معاشرے کے کچھ کمین، ہمارے دل بہلاوے کو اللہ کی حدیں توڑتے رہیں، اس کا غصہ مول لیتے رہیں تو کوئی حرج نہیں! اصلاح معاشرہ کے نام پر! وہ عنداللہ کیسا انجام پائیں گے، ہم بری ہیں اس سے! (جاری ہے)

اہل وعیال کے جائز امور پر خرچ کرنے کے فضائل

مولانا قاری محمد یعقوب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دینار جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کیا جائے اور ایک دینار کسی غلام کو آزاد کرانے میں اور ایک دینار کسی مسکین کو دیا جائے اور ایک دینار اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا جائے۔ ان سب میں اجر وثواب کے اعتبار سے افضل وہ دینار ہے جو اہل وعیال کے نان ونفقہ پر خرچ کیا جائے۔ (مسلم عن ثوبانؓ)

تشریح: اس حدیث شریف میں چند باتیں قابل غور ہیں:

(1) چار مقامات بتائے گئے جہاں اجر وثواب کا متلاشی مسلمان خرچ کرتا ہے۔ یہ وہ مقامات ہیں جو اپنے اپنے فضائل کے اعتبار سے بہت اونچے اور بڑے بڑے انعامات اور درجات دلانے والے ہیں بشرطیکہ انسان رضائے الٰہی کے لیے کرے۔ مبلغ حضرات تبلیغ میں نکلنے (جو ایک طرح جہاد فی النفس ہے) اور خرچ کرنے کا اجر سات لاکھ سے انچاس کروڑ تک بتاتے ہیں اور حضرت علماء کرام نے جہاد فی السیف میں خرچ کرنے کے فضائل قرآن وحدیث کی روشنی میں بے شمار تحریر کیے ہیں۔ یہاں ان کی بحث مقصود نہیں۔ ان اللہ اشتریٰ (الآیہ) میں مذکور ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ اجمعین نے اپنی جانوں اور مالوں کا سودا کر کے جنت خرید لی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ غلاموں کو خرید خرید کر آزاد فرما دیتے تھے۔ امت محمدیہ میں سب سے بڑا اور اونچا مقام آپؓ کا ہے۔ آخر کوئی تو بات تھی کہ آپؓ غلاموں کو خرید کر آزاد فرماتے تھے جن میں حضرت بلالؓ مؤذن رسول بھی تھے۔ مسکین پر خرچ کرنے کے فضائل اپنی جگہ مسلّم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے بارے میں بھی بہت اجر وثواب کا وعدہ ہے، لیکن ان تینوں خرچ سے افضل وہ خرچ ہے جو مسلمان اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ پر کرے۔

(2) جب اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا ہی ہے تو پھر ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ اس مقام اور جگہ پر خرچ کرے جو اجر وثواب کے اعتبار اور لحاظ سے افضل ہو؟ اس حدیث شریف میں ظاہر کر دیا گیا ہے کہ اہل وعیال کے نان ونفقہ پر خرچ کرنا سب سے افضل ہے۔ اہل وعیال پر خرچ کرنے کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ مسلمان اپنی دولت کو خود اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے، کسی دوسرے پر خرچ کرنا نہیں پڑتا جس سے اہل وعیال کو خوشی میسر ہوتی ہے، ضرورت پوری ہوتی ہیں اور اپنے ہی گھر والوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا موقع ملتا ہے۔ یہ تو ایسا ہوا جیسے قربانی کی فضیلت ہے کہ قربانی کا گوشت کسی کو نہ دے کر پورا کا پورا خود اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے رکھ لے جب بھی پورے اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ اپنی ضرورت پوری ہونے کے بعد یا مسلمانوں سے صلہ رحمی اور ان کی امداد کرنے کی غرض سے دوسروں پر خرچ کیا جاوے۔

ذیل میں چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

☆...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق میں وسعت وفراخی ہو اور اس کی موت دیر سے آئے (یعنی عمر درازی اسے حاصل ہو) اس کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (بخاری ومسلم)

☆...... بروزِ قیامت ترازو میں سب سے اوّل وہ نفقہ رکھا جاتا ہے جو آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔ (فضائل صدقات)

☆...... ایک بار نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ سب سے مقدم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا ہے۔ یہ تو انسانی فطرت ہے کہ انسان اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے لیکن تعلیمات اسلامی میں سے ہے کہ جائز امور میں خرچ کرے، جس سے اجر وثواب حاصل ہو، ورنہ ناجائز امور میں خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

☆...... رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سارے نیک اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن چند نیک کام ایسے بھی ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔

(1) صدقہ جاریہ (یعنی مسجد بنانا، مسافر خانہ بنانا، درخت لگانا، کنواں کھدوانا وغیرہ)

(2) وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے (یعنی تحریر وتقریر کے ذریعہ علم دین پھیلانا، کتابیں چھپوانا وغیرہ)

(3) یا نیک وصالح بیٹا (اولاد) جو اس کے لیے دعا کرے۔

صدقہ جاریہ والے کاموں میں افضل ترین اور بہترین کام یہ ہے کہ اولاد اور ماتحت کے افراد کو نیک وصالح بنائے اور اس کے لیے خرچ کرے۔ ہمیشہ کے لیے کام آنے والی چیز آخرت ہے اور اس کے لیے خرچ کرنا بھی افضل ترین ہوگا۔ مسلمانو! جب اولاد کی دنیاوی ضروریات پر خرچ کرنے پر بڑے بڑے اجر وثواب کے وعدے ہیں تو ان کی آخرت وعاقبت، دین وایمان اور عقیدے اور اخلاق پر خرچ کرنے کا کیا کچھ اجر وثواب ہوگا۔

بندہ کے نزدیک آج سب سے زیادہ فکر ومحنت جو کرنی ہے وہ یہ ہے کہ ہماری اور اہل وعیال اور ماتحت کے افراد اور اس حلقے کو بڑھا کر پوری امت کے دین وایمان اور اخلاق اور عقیدے کی فکر کرنی ہے اور سب کو یہود ونصاریٰ کے گندے ماحول اور لعنتی تہذیب وتمدن سے بچانا ہے اور اس کے لیے اسلامی مدارس اور اسکول قائم کرنے ہیں۔ یہی مدارس اسلامیہ ہماری اولاد ونسل اور امت کے دین وایمان کی حفاظت کے ان شاء اللہ قلعے ثابت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کی توفیق اور صحیح فہم عطا فرماوے۔ آمین

❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆ رحمانی برادری کو اپنے بیٹے، عمر 26 سال، قد 6 فٹ، تعلیم بی اے، جدہ، سعودی عرب میں ملازم، دینی مزاج کے حامل گھرانے سے ہم کفو رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 00966565858833

☆ لاہور میں رہائش پذیر ملک لکرزئی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ایم اے سپیشل ایجوکیشن، قد "5'.2" کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0304-4441233

ملازمت کے حقوق ادا نہ کرنے سے کمائی حلال نہیں رہتی

مولانا ندیم احمد انصاری

ملازمت کرنا کوئی عیب نہیں، بلکہ جلیل القدر پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کی ملازمت کا تذکرہ تو خود قرآن مجید میں موجود ہے، نیز دینِ اسلام میں محنت کر کے حاصل کی گئی حلال کمائی کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، نیز دیگر امور کی طرح اسلام نے ملازم و ملازمت کے حقوق کی بھی نشان دہی کی ہے اور جہاں ملازم کے لیے یہ تاکید کی کہ اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کر دی جائے، وہیں خود مزدور کو بھی اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ ملازمت کے طے شدہ اوقات میں، بلا عذر، کسی طرح کی کمی کوتاہی نہ کرے۔

یعنی جس شخص کے پاس حلال ملازمت کی جائے، اس کی جانب سے مقرر کیے گئے معاہدے کے تحت جو ذمے داریاں سونپی گئی ہوں انھیں حسن وخوبی اور دیانت وامانتداری کے ساتھ انجام دینے کی پوری کوشش کی جائے اور اوقاتِ ملازمت میں کوئی ذاتی کام ہرگز نہ کیا جائے۔

آج کل یہ المیہ ہے کہ سیٹھ لوگ جہاں مزدور اور کام کرنے والوں میں کیڑے نکالتے نہیں تھکتے، وہیں مزدور بھی سیٹھوں کے عیب تلاش کرنے اور انھیں بُرا بھلا کہنے کو گویا بالکل جائز سمجھتے ہیں، جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے حقوق پوری طرح ادا نہیں کرتے، ورنہ صورتِ حال ہرگز ایسی نہ ہوتی۔

یہ بھی ایک کڑوا سچ ہے کہ فی زمانہ اکثر ملازمین ملازمت کے اوقات کی پابندی نہیں کرتے، دیر سویر آتے ہیں اور وقت سے پہلے جانے کی تیاریوں میں لگ جاتے ہیں۔ بعض گنتی کے گھنٹے تو پورے کر لیتے ہیں، پر دیانتداری وتندہی کے ساتھ اپنی ذمے داریاں نہیں نبھاتے، بعض تو سستی سے کام لیتے ہیں اور بعض کام کے ساتھ اپنے فون اور واٹس ایپ وغیرہ پر بھی لگے رہتے ہیں، جس سے کام پر بُرا اثر پڑتا ہے، اسی وجہ سے بعض کمپنیوں کی طرف سے یہ تاکید کی جاتی ہے کہ موبائل فون لاکر وغیرہ میں یا بند رکھا جائے، اس سب کے باوجود لوگوں نے جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے کام چوری کے بہت سے راستے نکال رکھے ہیں، جسے وہ اسمارٹ نیس کی نشانی سمجھتے ہیں اور ذرا خیال نہیں کرتے کہ کل خدا کے سامنے، ہر ہر لمحے کا، حساب دینا ہے۔

ملازمت کے اوقات میں یہ تمام باتیں معاہدے کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز اور آخرت پر ایمان رکھنے والوں کے لیے باز پُرس کا سبب ہیں، جس کی وجہ سے اُن کی کمائی بھی حلال نہیں رہتی۔ قرآن مجید میں بتایا گیا کہ اجیر و ملازم میں دو دو خوبیوں کا ہونا لازمی ہے: قوت وامانتداری: ''آپ کسی سے اجرت پر کام لیں تو اس کے لیے بہترین شخص وہ ہے جو طاقتور بھی ہو، امانت دار بھی''۔ (القصص) اس آیت میں شعیب علیہ السلام کی بیٹی کا اپنے والد سے مکالمہ نقل کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اجیر و ملازم کے طور پر پیش کرتے ہوئے اس نے کہا: اے ابا جان! اس شخص کو اپنے یہاں اجرت پر رکھ لیجیے اور ساتھ ہی یوں بھی کہا کہ ''جسے آپ مزدوری پر رکھیں ان میں بہتر آدمی وہ ہے جو قوی بھی ہو اور امین بھی''۔

اس میں موسیٰ علیہ السلام کی تعریف تو ہے ہی کہ یہ شخص قوت والا ہے اور امانت دار بھی، ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اپنے کام کے لیے ایسے شخص کو مزدور رکھا جائے جو اس کام کو کر سکتا ہو جس کے لیے ملازم رکھا جا رہا ہے، اور ہر عمل کی قوت علیحدہ ہوتی ہے، کسی کو پڑھانے کی قوت وصلاحیت ہوتی ہے، جس کسی کو محاسب رکھا جائے وہ حساب داں ہونا چاہیے، جس کسی سے عمارت بنوائے وہ اس کا اہل ہونا چاہیے، خواہ معمار ہو، خواہ سیمنٹ بنانے والا ہو، خواہ اینٹیں اٹھا کر دینے والا ہو۔

لفظ قوی، جسمانی، قلبی، دماغی سب قوتوں کو شامل ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ جسے کسی کام پر رکھا جائے وہ امانت دار بھی ہونا چاہیے، اس میں ہر قسم کی امانت داخل ہے، مال میں بھی خیانت نہ کرے، وقت بھی پورا دے اور جس کے یہاں کام پر لگے اس کے اہل وعیال کے بارے میں بھی بدنفسی سے بدنظری کے خیال سے پاک اور صاف رہے۔ آج کل لوگوں میں خیانت بہت ہے، جب کوئی شخص مزدوروں کو کام پر لاتا ہے تو جب تک سامنے رہتا ہے، اچھی طرح لگ کر کام کرتے ہیں اور جہاں وہ نظروں سے اوجھل ہوا باتیں بنانے لگے۔ عموماً دفتروں میں کام کرنے والے اور اسکولوں میں پڑھانے والے، تنخواہ پوری لے لیتے ہیں اور کام آدھا تہائی کرتے ہیں۔

آپس میں مل کر نمبر وار ایک شخص پورے مہینے غیر حاضری کرتا ہے اور رجسٹر میں حاضری برابر لکھی جاتی ہے، یہ سب خیانت ہے۔ جن لوگوں کو حکومت کے محکموں میں یا دوسرے اداروں میں ملازم رکھنے کا اختیار دیا گیا ہو اُن پر لازم ہے کہ جسے ملازم رکھیں اس کی صلاحیت بھی دیکھیں اور امانتدار ہونے کا بھی پتا لگائیں، محض ڈگریاں دیکھنے پر اکتفا نہ کریں اور نہ رشوت لے کر کسی کو ملازم رکھیں اور نہ قرابت داری کو ملازمت پر رکھنے کا سبب بنائیں۔ (دیکھیے انوار القرآن)

ارشادِ ربانی ہے: ''بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی، جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ لوگوں سے خود کوئی چیز ناپ کر لیتے ہیں تو پوری پوری لیتے ہیں اور جب وہ کسی کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔

تطفیف صرف ناپ تول ہی میں نہیں، بلکہ حق دار کو اس کے حق سے کم دینا کسی چیز میں ہو، تطفیف میں داخل ہے۔ یہاں تک کہ نماز، وضو، طہارت میں بھی اور اسی طرح دوسرے حقوق اللہ اور عبادات میں کمی کوتاہی کرنے والا تطفیف کرنے کا مجرم ہے۔ اسی طرح حقوق العباد میں جو شخص مقررہ حق سے کم کرتا ہے وہ بھی تطفیف کے حکم میں ہے۔ مزدور ملازم نے جتنے وقت کی خدمت کا معاہدہ کیا ہے اس میں سے وقت چرانا اور کم کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ وقت کے اندر جس طرح محنت سے کام کرنے کا عرف میں معمول ہے، اس میں سستی کرنا بھی تطفیف ہے۔ عام لوگوں میں یہ کمی تو ہے یہاں تک کہ اہل علم میں بھی غفلت پائی جاتی ہے، اپنی ملازمت کے فرائض میں کمی کرنے کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتا۔ (معارف القرآن)

اللہ تعالیٰ ہم کو ان سب باتوں سے محفوظ فرمائے اور اپنا فرض منصبی بہتر طریقے سے ادا کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

ایک مردِ مجاہد، جواب ہم میں نہیں رہا

نصیر احمد

﴿اناللہ وانا الیہ راجعون۝﴾ سے مراد صرف زبان سے کہنا نہیں ہے بلکہ دل سے اس بات کا قائل ہونا ہے کہ ''ہم اللہ ہی کے ہیں'' اور یہ کہ ''اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹنا ہے'' یعنی ہمیشہ اس دنیا میں نہیں رہنا جلد یا بدیر اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ لہٰذا کیوں نہ اس کی راہ میں جان لڑا کر حاضر ہوا جائے۔ اور رب کو راضی کرنے کے مقصد کو مقصد زندگی بنا کر جیا جائے۔ ہمارے بہت ہی محترم بھائی آمین انجم نقیب اسرہ مہر علی شاہ ٹاؤن راولپنڈی کینٹ یہی پیغام دیتے ہوئے چند دن پہلے داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے ہم سے جدا ہو گئے۔

ایک طویل عرصہ تک وہ میرے نقیب اور میں ان کا نقیب رہا۔ مجھے نہیں یاد پڑتا کہ کبھی کوئی ملاقات ایسی بھی ہوئی ہو کہ جس میں رب کی رضا کے حصول اور سیرت رسول ﷺ اور سیرت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کا تذکرہ نہ ہوا ہو۔ دنیاوی معاملات کا آغاز اور اختتام بھی انہی مقدس و بابرکت ہستیوں کے ذکر کے ساتھ ہوتا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ میں نے آمین انجم کو اپنے رفقاء اور دین کا درد رکھنے والے لوگوں کے ساتھ انتہائی ہمدردی، شفقت، محبت والا برتاؤ دیکھا جو کہ اصلاً اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے ساتھ والہانہ محبت کا مظہر تھا۔ ان کے چہرے پر ہمیشہ شگفتگی اور تبسم کے علاوہ انتہا درجے کا اطمینان بھی ان کے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق، محبت، اعتماد و توکل کا مظہر تھا۔

ان سے پہلی ملاقات پر ان کا یہ کہنا مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے کہ انسانوں کے تعلقات میں سب سے خوبصورت اور پائیدار تعلق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی خاطر ہو۔ اور انہوں نے ان تعلقات کو خوب نبھایا۔ وہ اس دنیا فانی سے یہ پیغام اپنے قول اور سیرت و کردار سے دیتے ہوئے گئے کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ اور اصل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے۔ یہ ان کی سیرت و کردار کی پختگی ہی کا مظہر تھا کہ کرونا کے باوجود ایک بڑی تعداد اُن کی نماز جنازہ میں شریک ہوئی۔

اہل محلہ یہ کہتے ہوئے سُنے گئے کہ آج ہمارا ایدھی فوت ہو گیا ہے۔ انہوں نے جب سے بیعت کی، گھر میں شرعی پردہ نافذ کیا، جس کے نتیجے میں معاملہ ناراضگی تک بھی گیا، لیکن اس کے باوجود وہ استقامت کے ساتھ ڈٹے رہے۔

میرے محترم رفقاء گرامی اور معزز نقباء و امراء، میں اپنے اس احساس کے ادراک کا اظہار ایک طرف تحدیث نعمت اور دوسری طرف تنظیم اسلامی کے ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے جو ذمہ داریاں کا اشتراک ہم سب کو ایک مقصد عظیم کے ساتھ انتہائی والہانہ محبت کے ساتھ جوڑتا ہے اس کا اظہار بھی مطلوب ہے۔ اور دوسرا میری آپ سے دعائے مغفرت کی درخواست کہ میرے بھائی اور محسن محترم امین انجم اور دوسرے تمام ہمارے رفقاء کار اور اہل ایمان جو اپنی منزل کو پہنچ گئے ہیں، اللہ سب کی کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرماتے ہوئے کامل مغفرت فرمائیں اور ان کے درجات بلند فرمائیں۔

اور ہم جو آج زندہ اور موجود ہیں اس مہلت عمر کو غنیمت جانتے ہوئے ففرو االی اللہ کی صدائیں بلند کرتے ہوئے، منزل کو ہر وقت مستحضر رکھتے ہوئے، عزم نو کے ساتھ، حب دنیا کو دل سے کھرچتے ہوئے، اپنے رب سے استعانت مانگتے ہوئے آگے بڑھیں اور ایک دوسرے کا دست و بازوں بنیں اور باہمی تعاون سے مقصود و مطلوب تک پہنچنے کی کوششوں میں لگ جائیں۔ جانے والے یہ پیغام دے کر گئے ہیں۔ بلکہ جھنجھوڑ کر گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۝

دعائے مغفرت

انّا للہ وانّا الیہ راجعون

☆ کراچی شمالی کے سینئر رفیق اور سابق نائب ناظم نشرواشاعت تنظیم اسلامی اور ہفت روزہ ندائے خلافت کے کالم نگار محترم محمد سمیع (م س) وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی شمالی، بفرزون شادمان کے امیر سید یوسف شعیب کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0321-3761749

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلزار ہجری کے رفیق جناب عامر طفیل کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0300-8260841

☆ قرآن اکیڈمی، لاہور کے رفیق تنظیم اسلامی ڈرائیور محمد شریف کی ساس وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0346-4554750

☆ حلقہ کراچی وسطی کے ناظم بیت المال جناب وسیم احمد میمن کے سسر وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-9200425

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، مردان کے امیر اور تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن محترم جناب ڈاکٹر حافظ محمد مقصود کی اہلیہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0306-5722077

☆ تنظیم اسلامی ملتان شہر کے نقیب جناب محمد اشرف کے بہنوئی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0333-6039704

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ہماری ویب سائٹ

www.tanzeem.org

پر ملاحظہ کیجیے:

☆ تنظیم اسلامی کا تعارف
☆ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا مکمل دورۂ ترجمۂ قرآن
☆ بانی تنظیم اسلامی اور امیر تنظیم اسلامی کے مختلف خطابات
☆ تلاوت قرآن، دروس قرآن، دروس حدیث اور خطابات جمعہ
☆ میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے تازہ اور سابقہ شمارے
☆ آڈیو، ویڈیو کیسٹس، سی ڈیز اور مطبوعات کی مکمل فہرست

بچوں پر کارٹون کے منفی اثرات

مفتی محمد عارف

مختلف ٹی وی چینلوں پر بچوں کے پسندیدہ کارٹون پیش کیے جاتے ہیں، جن کو بچے بہت ہی شوق ورغبت سے دیکھتے ہیں اور والدین بھی انہیں ان کے دیکھنے سے روکنے کی عموماً ضرورت محسوس نہیں کرتے؛ کیونکہ بظاہر انہیں ان میں کوئی خامی نظر نہیں آتی، بلکہ انہیں ان میں بچوں کی تفریح طبع نظر آتی ہے۔ اس لیے بہت سے والدین تفریح کی خاطر بچوں کو کارٹون کے پروگرام لگا کر دیتے ہیں، تاکہ ان کی تفریح ہو جائے؛ کیونکہ شہری زندگی میں جہاں بڑے افراد شہری ماحول کی تنگی سے دوچار ہیں وہیں بچے اپنے گھروں میں محصور ہونے پر مجبور ہو چکے ہیں اور کھلی فضا میں دوستوں کے ساتھ کھیل وتفریح سے محروم ہو چکے ہیں، ساتھ ہی تعلیمی میدان میں انقلاب نے بچوں پر بچپن ہی سے کتابوں کے بوجھ کو ڈال دیا ہے، جس کی وجہ سے ان کی تفریح کی ضرورت اور بڑھ چکی ہے، تاکہ وہ تھوڑی دیر کی تفریح سے ذہنی تکان کو دور کر سکیں۔ ان حالات میں بچوں کے لیے کارٹون کے پروگرام بہت ہی مقبول ہوئے ہیں اور اندرون خانہ ذہنی تفریح کے لیے ان کو اختیار کیا گیا ہے۔

لیکن عموماً جو کارٹون چینلوں پر پیش کیے جاتے ہیں۔ ان کو بنانے والے وہ لوگ ہیں جن کے عقیدے اور عمل میں کجی ہے اور وہ خدا اور رسول کے احکام سے بے زار ہیں۔ اس لیے وہ ان کارٹون کے ذریعہ بچوں کو ایسے پیغامات دیتے ہیں جو اسلامی عقائد اور اسلامی اعمال کے بالکل خلاف ہوتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ فلم کے ذریعہ پیش کی جانے والی باتیں ذہن میں اچھی طرح بیٹھ جاتی ہیں اور بچوں کے صاف ذہن اس کو بہت ہی زیادہ قبول کرتے ہیں۔

کارٹون کے ذریعہ سب سے زیادہ بچوں کے عقائد خراب ہوتے ہیں؛ کیونکہ اکثر کارٹون میں باطل مذاہب کے عقائد کی ترجمانی ہوتی ہیں، مثلاً: کسی میں جادوگروں کی جادوگری، ان کے کرتب، اور ان کی اثر انگیزی کو دکھلایا جاتا ہے، کسی میں یہ دکھلایا جاتا ہے کہ مشکل حالات میں کسی بت کی پوجا کرنے سے وہ مشکل دور ہو گئی، کسی کارٹون میں درخت وغیرہ کو آفات وحوادث سے حفاظت کرنے والے کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے، کسی میں صلیب اور بت وغیرہ کے ذریعہ قلبی طمانیت اور راحت حاصل ہوتے ہوئے دکھایا جاتا ہے، کسی میں گرجا گھروں یا بت کدوں کو بتا کر ان میں ادا کیے جانے والے شرکیہ اعمال کو بتایا جاتا ہے اور ان کے پس منظر میں ان کے فوائد بھی دکھلائے جاتے ہیں۔ غرضیکہ غیر اسلامی کہانیاں اور غیر مسلموں کے باطل نظریات اور دیو مالائی کہانیاں ان کارٹون کے ذریعہ بیان کیے جاتے ہیں، اور بچے ان کو دیکھ کر ان سے صرف واقف ہی نہیں ہوتے بلکہ اسلامی تعلیمات سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے ان نظریات وعقائد سے متاثر ہوتے ہیں اور پھر اسلامی عقائد وتعلیمات کے حوالے سے ان کے ذہن میں منفی رجحان پیدا ہوتا ہے؛ کیونکہ بچوں میں اتنا شعور تو ہوتا نہیں کہ وہ متضاد چیزوں میں حق وباطل کا امتیاز کر سکیں۔ بلکہ ٹی وی کی اسکرین پر انہیں جو کچھ نظر آتا ہے وہ اس کو صحیح تصور کرتے ہیں اور اس سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کے حوالے سے ان کے ذہن میں عظمت واحترام کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔

نیز بہت سے کارٹون میں لڑائی جھگڑے اور مار پیٹ کے مناظر دکھائے جاتے ہیں، ان سے بچوں میں تند خوئی اور سختی پیدا ہوتی ہے اور وہ اس طرح لڑنا اور مار پیٹ کرنا شروع کرتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے کارٹون میں بداخلاقی اور غیر پسندیدہ جرأت مندی کے مناظر ہوتے ہیں۔ لباس وضع وقطع غیر اسلامی ہوتے ہیں، اکثر میں غیر اسلامی تہذیب اور کلچر کو دکھایا جاتا ہے۔ بہت سے کارٹون میں جرائم کرنے اور ان کے برے انجام سے بچنے کے مناظر ہوتے ہیں۔ اپنے بڑوں اور والدین کی عظمت کے بجائے ان کے ساتھ مذاق اور بدتمیزی بھی بعض کارٹون میں ہوتے ہیں، جنہیں بچے دیکھ کر ان کی تقلید کرتے ہیں۔

بچوں میں فطری طور پر کسی کی تقلید کرنے اور کسی کی نقل اتارنے کا مزاج رکھا گیا ہے، وہ جو دیکھتے ہیں اس کو صرف اپنے صاف ذہن میں بٹھاتے نہیں بلکہ ویسا کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اس لیے اس طرح کے کارٹون سے ان میں عملی بے راہ روی اور بداخلاقی پیدا ہوتی ہے اور جرم کرنے کے جن طریقوں سے وہ واقف نہیں ہوتے، ان کے ذریعہ وہ واقف ہو کر جرم کی راہ پر چل پڑتے ہیں۔ اور پھر جھوٹے بہانوں کے ذریعہ والدین کو اپنے برے اعمال سے ناواقف رکھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اور اس طرح بدعملی اور جھوٹ کی راہ ان کے لیے آسان ہو جاتی ہے۔ اور پھر ایسے ہی بچے جیسے جیسے بڑے ہوتے ہیں برے اخلاق واعمال اور جرائم اور ان کی تدبیریں ان کے ذہن میں اور بھی شکلوں میں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ بالآخر شیطان ان کو اپنا لقمہ تر سمجھ کر ان سے ہر طرح کی برائی کرواتا ہے اور ان کو نیکی سے متنفر اور برائی کا دلدادہ بنا دیتا ہے۔

اس لیے والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اپنے بچوں کی تقلیدی نظروں کے سامنے اچھے اخلاق واعمال کے نمونے پیش کریں اور اسلامی شخصیات کے واقعات ان کو سنائیں اور ان کے ذہن ودماغ میں اسلامی عقائد واعمال کو بسائیں، تاکہ وہ اچھے اخلاق کے پیکر بن سکیں اور مروجہ کارٹون سے ان کو دور رکھیں تاکہ ان کے ذریعہ ان میں برے عقائد اور برے اعمال پیدا نہ ہوں۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تفریح کے نام پر بچے اپنے دین وایمان سے بدظن ہو جائیں، اور دشمنان اسلام اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں۔ کیونکہ ان کی کوشش اور تمنا یہی ہے کہ نئی نسل میں ایسی چیزوں کو عام کیا جائے کہ وہ غیر اسلامی اقدار اور نظریات کو بآسانی قبول کر سکیں اور ان کے پاس ایمان وکفر کے امتیاز کی صلاحیت نہ ہو، اور اس مقصد کے حصول کے لیے وہ تعلیمی اور غیر تعلیمی اسباب ووسائل کو مکمل استعمال کر رہے ہیں۔ اس لیے ہمیں ان سے ہوشیار رہتے ہوئے اپنے بچوں کی تربیت کرنی ہے، تاکہ ہمارا بچہ مسلمان باقی رہ سکے۔

MORALLY ROBBED EDUCATION?

Written by: Khadija Andleeb

The modern world is characterized by the distinct and rapid advancements in the field of science and technology. These technological advancements have a deep penetrating influence on the lives and mindsets of millions of people around the globe. The most effective enticements offered by the modern sci-tech world is the impact of social media on the everyday life of many living in the current post-modern scenario. Any clandestine event can be recorded, uploaded and viewed by millions instantly, thereby blessing it with the power to disintegrate the delicately knit fabric of the society at an alarming rate.

To substantiate the argument further through evidence would be futile efforts as the recent occurring are sufficient for any sane mind to understand the current situation.

Recently, social media was set ablaze regarding the reputation of a highly prestigious educational institution in Lahore. The news quickly caught the attention of every sympathetic soul; worrying them about the extent of social and moral degeneration of the society, we are now living in.

Educational institutions should be sacred places, reserved for the cultivation of young hearts and minds with good moral values; to inculcate a sense of social responsibility in them; to help them guide through the wilderness, chaos and mayhem of the rotten egos of human kind; to enable them to rise above their basic human instincts and light up the world with their goodness and virtue. However, what we witnessed was downright disgusting and simply abominable.

I remember very clearly passing by this humongous redbrick purpose-built campus many a time, wondering in sheer awe and bewilderment: what it takes to be in a place like this. Perhaps plethora of moolah and brains, was my apt response. But the actual cost, I now realize, is much higher.

Many households in this land of "pure" still believe that these institutions guarantee their child's worldly success. In most of the cases, they actually have but ask yourself once again "at what cost?"

With expenses so high, they can literally burn a hole in anyone's wallet. They rip you off of your hard-earned money in broad daylight forcing your child into a blind, never-ending rat race of accumulating wealth and finally earning him a label of being "worldly successful". But this worldly whirlpool has a darker side associated with it also which has recently resurfaced courtesy the omnipresence of social media.

We must salute all the young girls who unveiled this nefarious and sordid act (practice). It definitely takes ounces of courage to challenge a status-quo.

Teaching is a profession associated with the prophets. Its principal aim is to nourish and nurture young hearts and minds with virtue

nurture young hearts and minds with virtue and goodness. It strictly deals with developing a sense of integrity and moral uprightness of an individual.

However, unfortunately, these desired roles of "teachers" and "teaching institutions" that inculcated both education (*Ta`leem*) and upbringing (*Tarbiyah*) on strong moral grounds have been largely forgotten. Today's modern civilization is obsessed with accumulating more and more wealth (that ultimately lands in the hands of a few) and thus the educational institutions are focused more on preparing individuals who can "contribute" to the society by maximizing its economic and material fortunes. However, individuals who worry more about their morals and actions, based on their strong creed (*Aqaid*) and faith (*Emaan*) are rarely seen to be coming out of these places. Thus, whatever we are witnessing in the educational institutions today is a tip of the iceberg where the iceberg is a plethora of moral depravity and culture of perfidy. This is a natural consequence of how our modern education is envisioned.

I beseech you all to raise up your hands and supplicate with me for the safety and well-being of our future generation. May Allah *(SWT)* guide all the parents to choose wisely for their children, and that they place emphasis on focusing on "*Akhira*" of their children. May Allah *(SWT)* help us realize the devilish intentions of these institutions and safeguard us from their Satanic motives. Ameen!

مرکز تنظیم اسلامی کی جانب سے

مبتدی نصاب کی آڈیو (mp3) ریکارڈنگ

ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کی آواز میں

کسی بھی ڈیوائس پر دستیاب ہے

☆ قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں
☆ رب ہمارا
☆ دنیا کی عظیم ترین نعمت قرآن حکیم
☆ راہ نجات
☆ حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے
☆ عزم تنظیم
☆ رسول ﷺ انقلاب کا طریقہ انقلاب
☆ تعارف تنظیم اسلامی
☆ تنظیم اسلامی کی دعوت
☆ تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر
☆ اسلامی نظم جماعت میں بیعت کی اہمیت
☆ انفرادی نجات اور اجتماعیت کے لیے قرآن کا لائحہ عمل

ملنے کا پتہ
"دارالاسلام" مرکز تنظیم اسلامی، ملتان روڈ، چوہنگ لاہور فون: 79-35473375(042)

تیار کردہ: انجمن خدام القرآن فیصل آباد
P-45 قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد فون: 2437781-2437618(041)

عید الاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اور

حج اور عید الاضحیٰ اور اُن کی اصل روح

قرآن حکیم کے آئینے میں

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی ایک تقریر اور ایک تحریر پر مشتمل مختصر مگر جامع کتابچہ

☆ 56 صفحات ☆ قیمت (اشاعت خاص) 50 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون 03-35869501
maktaba@tanzeem.org

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.22